

التفصيل الجليل
في
ابطال التأويل العليل

المبسوط المغبوط
في
حل المخلوط المربوط

مروجہ فقہ کی حقیقت

تالیف
ابو محمد بدیع الدین

مترجم
الشیخ محمد ابراہیم طارق حفظہ اللہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات 5

مروجہ فقہ کی حقیقت

تالیف

شیخ العرب والعجم سید علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم طارق حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی و استاذ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

تصحیح و نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ پروفیسر محمد یعقوب طاہر حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی و استاذ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

تصحیح و نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ ابو عبد المجید محمد حسین بلتستانی حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی و استاذ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

الدار الراشدیہ

پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر

نزد جامع مسجد اہلحدیث الراشدی، گلی نمبر ۱،
موسیٰ لین، لیاری، کراچی۔ Tel: 7542251

فہرستِ مضامین



عرضِ مترجم

الحمد للہ رب العالمین . والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وبعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو اصلی حالت میں رکھنے کیلئے چند ہستیوں کو پیدا فرمایا اور پھر ان کے ذریعے اپنے دین کا کام لیا۔

ایسی ہستیوں میں ہمارے استاذ مکرم ومحترم سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ بھی ایک عظیم ہستی ہے۔ جنھوں نے دن رات بزبانِ وقلم سے لوگوں کو قرآن وسنت سے آگاہ کیا اور خرافات سے بچنے کی رہنمائی کی۔ میں ہمیشہ سے ہی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تقریرون وتحریروں کا بہت زیادہ مداح رہا ہوں۔ دریں اثناء مدیر مکتبہ نور حرم جناب ساجد محمود صاحب نے مجھے ایک کتاب دی اور کہا کہ شیخ صاحب اس کا ترجمہ کرنا چاہئے۔ آخر بھائی فاروق صاحب یہ کتاب لے کر میرے پاس آئے کہ اس کا ترجمہ کریں۔ خیر میں نے ذمہ داری قبول کی لیکن جیسے جیسے میں اس کتاب کو پڑھتا رہا میرے دل میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کا احترام بھی اسی طرح مزید بڑھتا رہا اور اب ان شاء اللہ میری یہ تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مزید کام لے۔ آمین

مزید میں اس سلسلہ میں مکتبہ الدار الراشدیہ کا بہت مشکور ہوں جنھوں نے اس کتاب کو چھپوانے کا اہتمام کیا ہے۔ خاص کر کہ یکم مارچ 2002ء کو استاذ محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ نے مکتبہ الدار الراشدیہ کا افتتاح کر کے ایک نیا باب کھولا ہے۔ ان شاء اللہ اس سے مسلک حقہ کی بہت ہی اچھے انداز میں خدمت ہو سکے گی۔ اسی طرح میں اپنے استاذ مکرم جناب علامہ محمد یعقوب طاہر صاحب کا نہایت ہی مشکور ہوں جنھوں نے اُردو ترجمہ کی تصحیح کی اور مشوروں سے

نوازا اور میری حوصلہ افزائی کی اور اسی طرح استاذ محترم ابوعبدالمجید محمد حسین صاحب کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے عربی عبارات کی تصحیح کی۔

آخر میں مکتبہ نور حرم وعمرو فاروق کا خاص کر ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کو آخری مراحل تک پہنچا کر اس مذہبی خدمت میں اپنا کردار ادا کیا۔

فجزی اللہ المحسنین عنی وعن الاسلام خیرا. آمین

ابوحسان المدنی محمد ابراھیم طارق
استاذ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ۔ کراچی

مقدمہ

دینِ اسلام تمام ادیان سے بہتر اور فطری دین ہے جو کہ پوری انسانیت کیلئے منبع اتحاد اور ذریعہ رُشد و ہدایت ہے اس کے اصول سنہری اور لازوال ہیں مگر اس کے باوجود اس کے ماننے والوں میں سابقہ امتوں کی طرح تنازع اور اختلاف کا پیدا ہونا ایک بدیہی امر ہے اور اس کا حل بھی وہی ہے جو سابقہ امتوں کے ضمن میں بیان ہوا کہ:۔

وما انزلنا علیک الکتاب الالتبین لھم الذی اختلفوا فیہ. (النحل: ٦٤)

اور ہم نے آپ پر کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان کیلئے واضح کریں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔

پھر اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر. (النساء: ٥٩)

اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

مذکورہ آیت میں اختلاف کو نمٹانے کیلئے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے ایمان کے ساتھ مقید اور مشروط کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کسی اور کی طرف اختلاف کو لوٹانے کا حکم نہیں دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے سابقہ امتوں کے اختلاف و افتراق، تقسیم و انتشار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امتِ محمدیہ کے بارے میں بھی ایک پیش گوئی میں واضح کر دیا تھا کہ تم میں بھی اختلاف ہوں گے

جیسا کہ جامع ترمذی کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۰)

اس حدیث میں وارد پیش گوئی بڑی تیزی کے ساتھ سامنے آئی۔ کچھ لوگوں نے ازراہِ فساد اور انتقام اسلام کا لبادہ اوڑھا اور نو وارد مسلمانوں میں مختلف طریقوں سے اثر ورسوخ قائم کر کے بدعات کے جال بچھانے شروع کر دیئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگی میں ان کے اس مقصد کو پورا نہ ہونے دیا اور ان کی بدعات کے سامنے کتاب وسنت کا بند باندھے رکھا لیکن جیسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور کا اختتام ہوا تو بدعتی گروہ نے از سرنو پر پُرزے نکالنا شروع کر دیئے۔

موضوع روایات کا پھیلاؤ' فلسفہ یونان کا احیاء' آل بیت سے جھوٹی محبت کا راگ' تقلیدِ شخصی اور آراء وقیاس کا آزادانہ استعمال اُس دور کی چیدہ چیدہ بدعات تھیں۔

تقلیدِ شخصی اور شخصی نسبتوں کے تعلق سے دین میں ایسا اختلاف پیدا ہوا کہ جس نے اصل حقیقت کو ہی دبا دیا' کتاب وسنت کے بجائے شخصی آراء کو دین سمجھا گیا اور شخصی نسبتوں پر فخر ہونے لگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی شخص کی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ ہمیں تو قرآن وحدیث کی اتباع کا مکلّف بنایا ہے۔

مگر جب ہم نے قرآن وحدیث کو چھوڑا تو نتیجہ وہی نکلا جو سابقہ امتوں کا تھا کہ اختلاف و انتشار کے سیاہ بادل چھا گئے' اسلام جو کہ اتحاد واتفاق کا داعی تھا اسے شخصی نسبتوں نے پارہ پارہ کر دیا۔ اس امت نے حق کے دامن کو تھامنے کے بجائے شخصی دامن کو تھا لیا اور پھر جب جمود وتعصب نے غلبہ پایا تو یہی شخصی نسبتوں والے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے' ملتِ واحدۃ کا شیرازہ بکھر گیا۔

ہمارا دشمن پر جو رعب و دبدبہ تھا وہ بتدریج رخصت ہو گیا۔ یہ سب کچھ قرآن وحدیث کو فراموش کر کے آراء الرجال کو شریعت کا درجہ دینے کی وجہ سے ہوا۔

بقول حالی

فتوؤں پر بالکل مدارِ عمل ہے

ہراک رائے قرآن کا نعم البدل ہے

کتاب سنت کا ہے نام باقی

خدا اور رسول سے نہیں کام باقی

"مروجہ فقہ" کیا ہے؟

مروجہ فقہ دراصل اقوالِ رجال کا نام ہے جسے ایک پروگرام کے تحت فقہ کا نام دے کر لوگوں میں پھیلا دیا گیا ہے۔

ایسا کرنے والے کون لوگ تھے؟ ان کا مقصد کیا تھا؟ کیا یہ دینِ اسلام کی خدمت کرنا چاہتے تھے؟ یا ان کے عزائم کچھ اور تھے؟

ان سوالات کے کئی ایک جواب ہیں مگر ہم یہاں صرف چند تجزیے نقل کرتے ہیں۔

ا)۔ علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں:۔

" **اصحاب الرائی هم اهل العراق' وهم اصحاب ابی حنیفة النعمان وانما سمو‌ا اهل الرائی لأن غایتهم بتحصیل وجه من القیاس والا ستنباط من الاحکام و بناء الحوادث علیهما وربما یقدمون القیاس الجلی علی احاد الاخبار.** (الملل والنحل ج ا ص ۱۸۸)

اصحاب الرائے اہلِ عراق ہیں جو ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں' ان کو اہل الرائے اس لئے کہا گیا کہ ان کی توجہ احکام کے حل کرنے میں قیاس اور استنباط کے طریقے پر ہے اور ایسے مسائل جن کا تعلق روزمرہ کے احکام سے ہے' اس کی بنیاد بھی قیاس پر ہے اور بسا اوقات یہ قیاس جلی کو خبر احاد (حدیث) پر مقدم کرتے ہیں۔

حالانکہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں کوئی صحابی بھی قیاس کو درست نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہی

کسی صحابی نے قیاس کو شریعت کا درجہ دیا تھا' صحابہ تو تمام مسائل کا حل قرآن وحدیث سے ہی تلاش کرتے تھے۔

قیاس کو شریعت کا درجہ دینے کا مطلب اُس چیز کو شریعت گردانتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک شریعت نہیں اور ظاہر ہے کہ جب قیاس ہی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا تو نتیجہ یہ نکالا کہ یہ لوگ حدیثیں یاد کرنے سے عاجز آ گئے۔

شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ ایسے لوگوں کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

من حفظ المبسوط كان مجتهدا اى وان لم يكن له علم بروایة اصلاً ولا بحديث واحدٍ. (حجة الله البالغه ج ا ص ۱۵۲)

ان کے ہاں مجتہد وہ ہے جو مبسوط کا حافظ ہے خواہ اسے روایت کا اصلاً کوئی علم نہ ہو اور ایک حدیث بھی معلوم نہ ہو۔

مولانا عبدالحیؒ لکھنوی باوجود حنفی ہونے کے یہ اعتراف کرتے ہیں:۔

ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الاضبط المسائل الفقهة من دون المهارت فى الرواية الحديثية. (عمدة الرعاية مقدمه شرح الوقاية ص ۱۳)

بعض فقہاء ایسے بھی تھے جن کا مشغلہ صرف فقہ کے مسائل کو ضبط کرنا تھا وہ حدیث کو روایت کرنے میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔

ایسے فقہاء نے جو کتابیں تصنیف کیں ان کے بارے میں یوں تجزیہ کرتے ہیں:۔

فكم من احاديث ذكرت فى الكتب المعتبرة موضوعة.

(عمدة الرعاية ص ۱۳)

فقہ کی معتبر کتب میں بہت سی احادیث من گھڑت ہیں۔

ملا علی قاری نے اس بات کو مزید واضح کیا کہ:۔

فانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوا الحديث الى احد من

المخرجین. (موضوعاتِ کبیر ص ۷۷)

یہ محدث نہ تھے اور نہ ہی حدیث کی اسناد کسی ماخذ کی طرف کرتے تھے۔

یعنی نہ تو خود محدث تھے اور نہ ہی محدثین کی کتابوں سے استفادہ کیا' نتیجہ یہ نکلا کہ قیاس کو شریعت کا درجہ دینے والوں سے حدیث ازخود دور چلی گئی اور نہ ہی یہ خود حدیث کو محفوظ کر پائے۔

اور یہ بات بلاتردد کہی جاسکتی ہے کہ فقہاء کا اشتغال حدیث کے بجائے صرف آراء اور قیاس سے تھا اور بسا اوقات یہ صحیح حدیث کو قیاس جلی سے رد بھی کردیتے تھے اور اس کے لئے انہوں نے مستقل اصول وضع کئے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے مذہب کے خلاف ہوگی وہ مؤول ہوگی یا منسوخ۔

۲۔ ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے مذہب کے خلاف ہوگی وہ مؤول ہوگی یا منسوخ۔

(الاصول لابی الحسن الکرخی ص ۱۴)

۳۔ غیر فقیہ صحابی کی حدیث جب قیاس کے خلاف ہو تو حدیث چھوڑ دی جائے گی اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ (نور الانوار الملا جیون ص ۸۳ وحسامی لحسام الدین محمد ص ۷۵)

۴۔ روائ حدیث کا عمل جب اس روایت کے خلاف ہو تو حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور راوی کے عمل کو حجت بنایا جائے گا۔ (حسامی ۷۴)

۵۔ اس حدیث کو بھی چھوڑ دیا جائے گا جس پر مجتہد نے عمل نہ کیا ہو۔ (الفضل الموھبی ص ۲۷)

اب ان اصولوں کی روشنی میں فقہاء کے عمل کو ملاحظہ فرمائیں تو واضح ہوگا کہ ان نام نہاد فقہاء نے خودساختہ اصولوں کی آڑ میں کتنی ہی صحیح احادیث کو رد کیا ہے اور حدیث کے قابلِ عمل ہونے کو مجتہد کا محتاج بنایا ہے اور پھر بعض صحابہ (سیدنا انس اور سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہما) کو غیر فقیہ کہہ کر کن کی حوصلہ افزائی کی ہے؟؟

ان اصولوں سے دراصل اقوالِ رجال اور ان کی آراء وقیاس کا تحفظ مقصود ہے جسے یہ لوگ فقہ

کا نام دیتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث میں جس فقہ کا تذکرہ ہے وہ کتاب وسنت ہی کی تفہیم کا نام ہے۔کتاب وسنت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:۔

من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقہ فی الدین.

(بخاری رقم الحدیث ۷۱، ۷۳۱۲. مسلم رقم الحدیث ۲۳۸۹،۴۹۵۶)

کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

اس حدیث میں وارد مذکورہ فقہ کو ہم مروجہ فقہ پر منطبق نہیں کر سکتے کیونکہ مروجہ فقہ آراء الرجال کا مجموعہ ہے جو بعد والوں کی ذہن سوزی کا نتیجہ ہے' اسے آپ مجموعہ اقوالِ رجال تو کہہ سکتے ہیں' مگر ان اقوال کو شریعت کا درجہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ مروجہ فقہ احادیث وآثار کے بجائے قیاس کی مرہون منت ہے' فقہ حنفی کی بڑی بڑی کتب مثلاً ھدایہ' کنز' قدوری' عالمگیری' درمختار وغیرہ کو دیکھیں تو وہ اقوال ہی کا مجموعہ ہیں۔احادیث وآثار سے بہت کم اعتناء کیا گیا ہے اور جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں بھی اکثر ضعیف بلکہ موضوع تک ہیں' حدیث سے کم لگاؤ کی وجہ سے غیر مستند روایات کو بلا تامل قول رسول ﷺ کہہ کر درج کر لیا گیا ہے اور وہ بھی محض اپنے ائمہ کی تائید میں تاکہ ان کے خودساختہ قیاس کو احادیث کا سہارا دیا جا سکے۔

حالانکہ اسلام میں دین کے معاملے میں قیاس کی قطعاً اجازت نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو قیاس سے سخت نفرت کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:۔

تفرق امتی علی بضع وسبعین فرقۃ اعظمھا فتنۃ قوم یقیسون الدین برائیھم یحرمون ما احل اللہ ویحلون ما حرم اللہ.

(رواہ الھیثمی فی مجمع الزوائد وقال رجالہ رجال الصحیح ج ۱ ص ۱۷۹)

میری امت ستر سے زیادہ فرقوں میں بٹ جائے گی' ان تمام میں ''فتنہ اعظم'' وہ جماعت ہوگی جو دین کو اپنی رائے پر قیاس کرے گی' یہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کریں گے اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کریں گے۔

دین میں قیاس کرنے والوں کے اقوال اور آراء کو ملاحظہ کیا جائے تو بلاشبہ اس حدیث میں ان کی جو علامت بیان ہوتی ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کریں گے وہ اظہر من الشمس ہو جاتی ہے جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں بھی ملاحظہ کریں گے۔

محترم قارئینِ کرام! اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے یہ شیخ العرب والعجم استاد الاساتذہ علامہ المحدّث ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی اوائلی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا کہ جب آپ درس وتدریس وعظ وارشاد اور عام محفلوں میں فقہ حنفی کے چند ایسے مسائل بیان کرتے تھے جو نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور نہ ہی ان کا تعلق روایت ودرایت کے ساتھ ہے اور وہ مسائل اخلاقی حدود وقیود سے بھی آزاد ہیں۔

ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے حلقہ درس میں قرآن وحدیث کی عظمت بیان کرتے ہوئے فقہ حنفی کی مشہور ومعتبر کتابوں سے مندرجہ ذیل عبارتیں حاضرین کو سنائیں۔

۱. **تعلم الفقه اولیٰ من تعلم تمام القران.**

(فتاوی قاضی خان ۴/۷۹۴ فتاوی عالمگیری ۵/۳۷۹ شامی ۱/۳۹)

یعنی فقہ کو سیکھنا قرآن مجید کے سیکھنے سے بہتر ہے۔

۲. **طلب الاحادیث حرفة المفالیس.** (فتاوی عالمگیری ۵/۳۷۷)

احادیث کو سیکھنا مفلسوں کا کام ہے۔

یہ عبارتیں سننے کے بعد ایک محبِ سنت شخص نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے یہ عبارتیں لکھوائی کہ علمائے احناف کی طرف رجوع کر کے اصل حقیقت تک پہنچا جاسکے چنانچہ وہ عبارتیں پیر جھنڈو میں قائم مدرسے کے حنفی مدرس مولانا عبدالحیٔ گھوٹو صاحب کے پاس گئیں تو انہوں نے فقہ حنفی کی بے جا حمایت اور غلط تاویل کرتے ہوئے اپنے فقہاء کا بھرم رکھنے کی ناکام کوشش کی۔

شاہ صاحب نے اس کا تحریری جواب دیا اور یوں بحث وتمحیص کا یہ سلسلہ کئی دن جاری رہا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ محدث العصر کے قلم سے فقہ حنفی کا صحیح پوسٹ مارٹم ہو گیا اور ایسے ایسے مسائل صفحہ قرطاس پر آ گئے جنہیں کوئی ذی عقل صاحبِ دانش اور غیرت مند شخص برداشت نہیں کر سکتا۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کتب کثیرہ کے مصنف ہیں اور جن لوگوں کی نظر سے شاہ صاحب کے تحقیقی مقالات گزر رہے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ شاہ صاحب کی تحقیق ایسی ہے جسے آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا۔

''مروجہ فقہ کی حقیقت'' انہیں تحقیقی اور علمی شاہ پاروں میں سے ایک ہے، یہ کتاب علماء اور عوام کیلئے یکساں مفید ہے اور متلاشانِ حق کیلئے نشان منزل بھی ہے۔

میں اس کتاب کو پڑھنے والے مقلدین حضرات سے درد دِل سے یہ استدعا کروں گا کہ خدارا مذہبی تعصب اور بزرگوں سے عقیدت کو چھوڑ کر صاف دل سے اس کتاب کا مطالعہ کریں اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعا بھی کریں:۔

اللّٰهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اجر جزیل سے نوازے اور اس رسالے کی معاونین، مترجم اور راقم کی اس ادنی سے مساعی کو اپنے دربار میں مقبول فرمائے۔ آمین

حافظ عبدالحمید گوندل
خطیب صراطِ مستقیم مسجد اہلحدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

التفصیل الجلیل

فی

ابطال التأویل العلیل

تالیف

شیخ العرب والعجم سید علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ علیہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم طارق حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی و استاذ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

الدار الراشدیہ

پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر

نزد جامع مسجد اہلحدیث الراشدی، گلی نمبر ۱

موسیٰ لین، لیاری، کراچی۔ Tel: 7542251

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الحق علی لسان حبیبه احمد فبینه کما امربأتم بیان وأرشد ورزقه من شاء من عباده من خزائنه فکان مجیدا امجد اولئک اصحابه وأردائه وکلهم اسعد ففازوا بوعائها ونشرها فی اقرب وابعد وحموها عن دخول الغش والکدرة من کل رصد صلی اللہ علیه وعلی جمیع اتباعه مع السلام السرمد.

اما بعد! آپ کی لکھی ہوئی تحریر مجموعہ مضامین کی صورت میں ہمیں موصول ہوئی انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جب آپ کو اصل کتابوں سے عبارتیں نکال کر دکھائی گئیں تو اس کے بعد صفحات کی غلطی نکالنا دیانت داری نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے عبارتوں کا وجود تو مانا باقی جو آپ نے تاویلات لکھی ہیں ان کا صادر ہونا کسی اہل علم سے متوقع نہ تھا مگر بموجب (**کل اناء یترشح بما فیه**) آپ نے اپنے اندر کا بخار نکالا ہے خیر ان کی علمی اہمیت آپ کو آگے معلوم ہو جائے گی۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾

آپ نے فقہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ فقہ قرآن اور حدیث کے علم کو کہتے ہیں اگر بات ایسے ہی ہے تو پھر یہ مطلب "**تعلم القرآن**" میں ہی موجود ہے لہٰذا "**تعلم الفقه**" تو کسی دوسری چیز کی طرف اشارہ ہے نیز اولویت والا تو پھر سوال ہی نہیں رہتا اس لئے کہ اولویت تفریق کو واضح کرتی ہے اگر یہ کہیں گے تو "**تعلم القرآن**" سے یہ مراد ہوگا کہ قرآن کے الفاظ بلا معانی ہیں جیسا کہ آپ نے تصحیح بھی کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ پڑھنے اور سیکھنے کی بنسبت ان کا مطلب اور معانی پڑھنا اولیٰ ہے تو تب بھی "**تاویل القول بما لا یرضی به قائله**" کے باب سے ہوگا اس لئے کہ اصل عبارت قاضی خان 4:794 مطبوعہ نولکشور باب الحظر میں موجود ہے:۔

﴿ رجل تعلم بعض القرآن ثم وجد فراغا فانه یتعلم تمام القرآن لأن تعلم تمام القرآن افضل من صلوٰۃ التطوع وتعلم الفقه اولی من تعلم

تمام القرآن رجلان تعلما علما کعلم الصلاۃ اونحوها احدهما یتعلم لیعلم الناس والآخر یتعلم لیعمل به فالأول افضل لأن منفعة تعلیم الخلق اکثر فکان هو أفضل﴾

اب صاحب بصیرت دیکھیں کہ " تعلم " سے مراد صاحب کتاب کے ہاں یہ ہے کہ مقصد اور معانی سمجھنا نہ کہ مجرد الفاظ یاد کرنا اور مبحوث فیہا عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ مکمل قرآن کے مطالب سیکھنے سے فقہ کے مطالب کو سیکھنا اولیٰ ہے اس لئے فقہ کو قرآن کا (غیر) تسلیم کرنا پڑے گا ورنہ اولویت نہ رہے گی۔ ایسے ہی عبارت کے نقص اور عیب کو آپ آگے نہیں دھکیل سکتے۔ مصنف نے وہی حدیث والے الفاظ استعمال کئے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

﴿خیرکم من تعلم القرآن وعلمه﴾. (بخاری ۲/ ۵۲ مطبوعه اصح المطابع)

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھلاتا ہے۔

کیا یہاں پر بھی تعلم سے مراد آپ صرف لفظ سیکھنا ہی لیتے ہیں؟ تو پھر " تعلم الفقه" سے بھی یہی مراد ہوگی کہ "فقہ کے الفاظ سیکھنا" اس لئے یہاں پر جو مراد ہوگا وہاں پر بھی وہی مراد ہوگا اس لئے کتاب والے کا مقصد صاف ظاہر ہے۔ وہ علم فقہ سیکھنے کو مکمل قرآن کے علم سیکھنے پر ترجیح دیتا ہے اور اگر آپ کہیں گے کہ اس حدیث سے بھی الفاظ سیکھنا مراد ہے تو پھر یہ عبارت قاضی خان والی عبارت کے معارض ہونے سے بھی باطل ہوگی اس لئے کہ حدیث ہر حال میں قرآن سیکھنے والے کو افضل کہتی ہے اور عام اصطلاح میں بھی یہی رائج ہے اس لئے علم القرآن، علم الحدیث، علم الفقه مستقل فنون ہیں جن سے کتب خانے بھرے ہوئے ہیں۔ ہر ایک فن کو الگ رکھا گیا ہے۔ اس عبارت کو بھی متعارف اور متبادر "إلی الذهن" معنی پر محمول کیا جائے گا آپ کے اس عقیدے کو ہم داد دیتے ہیں کہ قرآن کے معانی سیکھنا قرآن کے خالی الفاظ سیکھنے سے بہتر ہے مگر افسوس کہ کتاب والے کا یہ مقصد نہیں ہے۔ اس لئے اس کا کوئی بھی مطلب نہیں بنتا مگر جو آیت آپ نے تحریر کی ہے اس میں قرآن اور حدیث کے سمجھنے کا حکم ہے۔ نیز دعاء نبوی " اللهم فقهه فی الدین" میں

بھی یہ دعا ہے کہ اس کو قرآن اور حدیث کا علم حاصل ہو مگر موجودہ مروجہ فقہ جس سے کتابیں بھری ہوئی ہیں بالخصوص فقہ حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی مراد نہیں ہیں اس لئے کہ ان میں اختلاف موجود ہے۔ایک فقہ میں ایک چیز حلال ہے تو دوسری میں حرام ہے' ایک میں جائز ہے تو دوسری میں ناجائز ہے' ایک میں صحیح ہے تو دوسری میں وہی چیز غلط ہے' حالانکہ قرآن کریم میں ہے:۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا. (النسآء :82)

اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو پھر (لوگ) ضرور اس میں بہت سارے اختلاف پاتے۔

ثابت ہوا کہ یہ کتابیں علماء کی تفقہ اور سمجھ کا نتیجہ ہیں نہ کہ عین حق وثواب' اس لئے کہ:۔

" المجتهد قد يخطئى و قد يصيب".

آپ کے ہاں بھی مسلم بات ہے۔

نیز درمختار میں ہے کہ:۔

" مذهبنا صواب يحتمل الخطأ و مذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب". (الدر المختار على هامش الشامى 1:48 مطبوعه مصطفى البابى مصر)

ہمارا مذہب برحق ہے جس میں غلطی کا امکان بھی ہے لیکن ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے جس کے صحیح ہونے کا بھی امکان ہے۔

پھر اس کو عین قرآن اور حدیث کیسے کہیں گے؟ اس لئے کہ قرآن وحدیث تو حق اور صواب ہیں جس میں خطا کا کوئی بھی احتمال نہیں ہے۔پھر غیر قطعی چیز کو قطعی چیز کا عوض یا عین کیسے کہیں گے؟ معلوم ہوا کہ آیتوں اور حدیثوں میں جہاں بھی تفقہ یا فقہ کا لفظ آیا ہے وہ رائج الوقت مدون' فقہ کیلئے ہرگز استعمال نہیں ہوا بلکہ اس سے قرآن وحدیث کو پڑھنا اور سمجھنا مراد ہے اس لئے کہ یہ فقہیں کئی سالوں تک موجود نہ تھیں بلکہ کئی صدیوں بعد فقہ کی کتابیں لکھی گئیں اور پہلے اصول فقہ کی کتابیں بھی وضع نہیں کی گئیں تھیں۔اب ایمانداری سے بتائیں کہ اتنا عرصہ علماء حدیث فقیہ تھے یا

غیر فقیہ؟ یقیناً فقیہ تھے جو کہ اصل فقہ تھی، یعنی قرآن و حدیث کی سمجھ جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کی تھی جب بھی کوئی آیت یا حدیث سنتے تھے تو سمجھ جاتے تھے اس لئے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر کے نازل کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ:۔

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ". (القمر: 17)

بیشک ہم نے نصیحت حاصل کرنے کیلئے قرآن کو آسان کر دیا ہے، کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟۔

حدیث میں ہے کہ:۔

"تركتكم على مهجة البيضاء ليلها ونهارها سواء". (ابن ماجه)

میں نے تم کو بہترین شریعت پر چھوڑا ہے جس کے رات اور دن ایک جیسے روشن ہیں۔

یقیناً دین صاف اور دن کی طرح روشن اس وقت ہوگا جب آسان ہوگا۔ ہاں اس وقت تک آسان تھا جب تک موجودہ فقہیں وجود میں نہ آئیں تھیں اس لئے کہ جن کا لگاؤ فقط قرآن و حدیث سے تھا ان کیلئے آسان تھا مگر جب دوسری کتابوں کی طرف توجہ مبذول کر دی گئی تو اصل قرآن و حدیث کو سمجھنے میں دشواری پیدا ہوگئی۔ الغرض آپ کی لکھی ہوئی آیت یا روایت موجودہ فقہ کیلئے نہیں کہتی، جس کے لئے قاضی خان اور عالمگیری میں لکھا ہوا ہے۔ اس لئے اللہ کا خوف کریں۔ ایسے مغالطے نہ دیں بلکہ آپ کی تقریر سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مروجہ فقہ دین نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے بلکہ قرآن و حدیث کا سمجھنا ہی ضروری ہے چہ خوش ؎

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

اور اگر یہ کہیں کہ یہ فقہیں قرآن و حدیث کو سمجھنے کے وسائل و ذرائع ہیں تو یہ دعویٰ بھی چند وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔

اولاً: فقہ کا اختلاف اس کے منافی ہے اس لئے کہ اصل مقصد حاصل نہ ہوگا۔

ثانیاً: اختلاف کے وقت یہ حکم ہے کہ:۔

" فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ". (النساء :59)

اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف۔

یعنی اختلاف کے وقت اپنا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول یعنی قرآن و حدیث کی طرف لوٹائیں۔

اب آپ دیانتداری سے بتائیں کہ آپ کی فقہ قرآن وحدیث کا عین ہے یا غیر؟

علی الاول: خود قرآن وحدیث کے باہم مختلف ہونے کا عقیدہ رکھنا پڑے گا جو کہ کفریہ عقیدہ ہے تو پھر ایسی کوئی چیز ہی نہ ہوئی جس کی طرف فیصلہ کیلئے رجوع کیا جائے اس لئے درج بالا حکم ایزدی متعذر العمل رہے گا اور تکلیف مالا یطاق کے باب سے ہوگا۔ وھو باطل۔

وعلی الثانی: موجودہ فقہ پھر کسی بھی طرح عمل کے لائق نہیں رہی اس لئے کہ اس میں اختلاف موجود ہے۔ اختلاف کے وقت تمام مختلف اقوال کو چھوڑ کر اصل قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ القرآن والحدیث (قرآن و حدیث کا سمجھنا) اور موجودہ فقہ (علماء کا سمجھانا) الگ الگ چیزیں ہیں اس لئے کہ جب علماء کے استنباطات اور سمجھانے میں اختلاف وتعارض واقع ہوا تو اس وقت اصل کو سمجھنا اور صحیح اور غلط سمجھ میں تمیز اور فرق معلوم کرنے کیلئے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس کے ساتھ موجودہ فقہ کا تقابل کیا جائے گا پھر حق کو اختیار کر کے باطل سے اجتناب کیا جائے گا اور اگر اس (عالم) کو قرآن وحدیث کی سمجھ نہ ہوگی تو پھر موجودہ فقہ میں سے غلط یا صحیح کو کیسے پہچانے گا؟ ثابت ہوا کہ فقہ آپ کی فرضی ہے۔

برعکس نام زنگی را بہ نہند کافور...... کے مصداق ہیں

ثالثاً: کئی ایسے مسائل آپ کی فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا قرآن وحدیث سے مستنبط ہونا تو کجا بلکہ کوئی مسلمان بھی ان کو سننے کیلئے تیار نہ ہوگا۔

ذیل میں چند مثالیں بمع ترجمہ تحریر کرتے ہیں:۔

(الف) اما فی دبر نفسہ فرجح فی النھر عدم الوجوب الا بالانزال .

(الدر المختار علی ھامش الشامی ۱: ۱۶۲ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

اپنی دبر میں اپنے آلہ تناسل کے ساتھ وطی کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا جب تک کہ انزال نہ ہو۔

مولوی صاحب! اللہ کے واسطے بتائیں کہ یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث سے مستنبط ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کیا ایسا ممکن بھی ہے؟ ایسے فرضی مسائل جن کا نہ آج تک ظہور ہوا ہے اور نہ ہونا ممکن ہے۔ کیا ان کا نام ہی ''فقہ القرآن والحدیث'' ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرآن تو ایسے فرضی مسائل سے پاک ہے۔

مَا كَانَ حَدِيْثاً يُّفْتَرٰى.(یوسف)

''قرآن'' کوئی من گھڑت بات نہیں ہے

(ب) وان وقع للنساء شک فی امرھا فانھا تمتحن قال بعضھم تؤمر حتی تبول علی الجدار فان امکنھا ان ترمی علی الجدار فھی بکر والا فھی ثیب وقال بعضھم تمتحن ببیضۃ الدیک فان وسعتھا فھی ثیب وان لم تسعھا فھی بکر (عالمگیری ۱: ۵۲۲ مطبوعہ مصر)

اگر عورتیں بھی شک میں پڑ جائیں کہ یہ عورت کنواری ہے کہ نہیں؟ تو پھر ایک تجربہ کیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک اسے دیوار پر پیشاب کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر پیشاب سیدھا دیوار سے ٹکرا گیا تو کنواری ہوگی ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک مرغی کے انڈے سے اس کا امتحان لیا جائے گا۔ اگر انڈا داخل ہوگیا تو پھر کنواری نہیں ہے اور اگر داخل نہ ہوا تو یہ عورت کنواری ہے۔

مولوی صاحب! یہ بھی قرآن وحدیث کی فقہ ہے؟ حاشا وکلا۔

(ج) وکذلک لو تزوج بذات رحم محرم نحو البنت والاخت والام

والعمة والخالة وجامعها لا حد عليه في قول ابي حنيفة وان قال علمت انها علي حرام عند ابي حنيفة (قاضی خان ۴: ۸۲۱ کتاب الحدود مطبوعہ نولکشور)

اگر کسی شخص نے محرمات میں سے کسی عورت مثلاً بیٹی، بہن، ماں، پھوپھی، خالہ میں سے کسی سے بھی نکاح کیا اور ہمبستری بھی کی تب بھی امام ابوحنیفہ کے فرمان کے مطابق اس پر کوئی حد نہ ہوگی۔ اگر وہ یہ بھی کہے کہ مجھے اس کا علم بھی تھا کہ یہ عورت میرے لئے حرام ہے۔

مولوی صاحب! یہ مسائل بھی قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں؟ قرآن میں تو ان کو حرام کہا گیا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا. (النساء: ۲۳، ۲۴)

حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو،

ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا' ہاں جو گزر چکا' یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حرام کی گئیں شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان عورتوں کے دیگر اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں اگر اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو' برے کام سے بچنے کیلئے نہ کہ شہوت رانی کیلئے اس لئے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ' انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس سے تم پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَاتَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور: ۲)

زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے۔ اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو' ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ . فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ. (المؤمنون: ۵ تا ۷)

جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً اپنی قلامت نہیں ہے۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں۔

اس میں ازواج و مملوکات کے علاوہ تمام کو حرام کر دیا گیا ہے اور اگر یہ زنا نہیں تو پھر کیا ہے؟

زنا اور جماع میں فرق صرف یہ ہے کہ زنا حرام ہے اور جماع حلال ہے اور حد پھر حلال کے علاوہ

ہر حرام پر ہے۔ اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ یہ فقہ قرآن وحدیث سے لی گئی ہے۔

(د) وكذا اذا اصابت النجاسة بعض اعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب اثرها وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه ومسحه بريقه(قاضي خان ١:١١ نولكشور' كتاب الطهارة)

کسی جسم کے حصے یا چھری کو نجاست لگی ہو تو اسے زبان سے چاٹ لیں تو پاک ہو جائے گی۔

مولانا صاحب! یہ پاک کرنے کا طریقہ کس آیت یا حدیث میں ہے؟

قربان جاؤں ایسی فقہ پر......

(ه) ولو جامع ميتة او بهيمة فلا كفارة انزل اولم ينزل (هداية ١:٢٠١)

روزے کی حالت میں مردہ آدمی یا جانور سے وطی کرنے سے روزے کا کفارہ نہ ہوگا چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

مولوی صاحب! اس آسانی کو آپ فقہ القرآن والحدیث کہیں گے اور کیا اس آیت:۔

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:٧٨)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ کا یہی مطلب ہے؟

نماز کیلئے جو امام منتخب کرنا ہے اس کے اوصاف جو صاحبِ درمختار نے فرمائے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

(و) ثم الاحسن زوجة.

(الدر المختار على هامش الشامي ١:٥٥٨ مطبوعه مصطفى البابى مصر)

پھر وہ امام بنے جس کی بیوی تمام کی بیویوں سے خوبصورت ہو۔

مولوی صاحب! حسن کا معیار معلوم نہیں کون سا ہوگا؟

وللناس فيما يعشقون مذاهب..........

اس مقابلے کا شرف معلوم نہیں کس کو حاصل ہوگا؟ ایسے ماہرین تو امریکا اور یورپ وغیرہ میں ہیں جہاں ہمیشہ ایسے مقابلے ہوتے ہیں۔

(ز) ویجلد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرة اومرتین.

(الشامي ۱: ۴۲ مطبوعه مصطفی البابی مصر)

ہر مہینے اپنی بیوی کا نکاح دو مرتبہ یا ایک مرتبہ دو شاہدوں کے سامنے تجدید کرے۔

مولوی صاحب! سبحان اللہ، عجیب فقہ القرآن والحدیث ہے، کبھی اس پر عمل بھی کیا ہے؟

الغرض ایسے مسائل بہت ہیں بقول ''مشتے نمونہ از خروارے'' ان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے پھر اگر جو کتابیں ایسے مسائل کا مجموعہ ہیں تو پھر یہ قرآن وحدیث کے وسائل کیسے بنیں گی؟ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر ان کو پرکھا جائے گا۔

رابعاً: امام صاحب نے خود ان کے خلاف کہا ہے:۔

قال علی القاری فی تزیین العبارة قال امامنا الاعظم لا یحل لاحد ان یأخذ بقولنا مالم یعرف ماخذه من الکتاب والسنة الخ.

(النافع الکبیر للعلامة عبد الحي اللکنوي: ۸ مطبوعه یوسفی لکھنو)

ہمارے امام (یعنی امام ابوحنیفہ) کا فرمان ہے کہ قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کے علاوہ ہمارے قول سے دلائل اخذ کرنا حرام ہے۔

یہ برعکس فقہ مروجہ کو اصل (کتاب وسنت) پر پیش کرنے کے بعد اس سے تقابل کرنے کا حکم ہے الغرض اس آیت یا حدیث سے آپ کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی کسی کتاب کی عبارت کا صحیح محمل آپ پیش کر سکے ہیں اور نواب صاحب والی عبارت بھی آپ کو مہنگی پڑے گی اس لئے کہ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

وفیه اطلاق الفقه او العلم علی الکتاب والسنة.

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب موصوف فقہ (بمعہ علم) فقط قرآن اور حدیث کو کہتے ہیں اور دوسرے کسی بھی علم کو فقہ یا علم نہیں سمجھتے، پھر آپ کی مروجہ فقہ تو فقہ نہ رہی۔

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

سُلْطٰنٍ(النجم:۲۳)

یہ تو فقط نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے ہیں' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

گویا کہ ایسے ناموں کو لے کر بیٹھے ہیں جن کا مسمی موجود ہی نہیں ہے۔

اور جو اثر ابن عمر کا نواب موصوف نے نقل کیا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ اس وقت مروجہ فقہ موجود نہ تھی اس لئے نواب صاحب کی مراد موجودہ فقہ ہرگز نہیں ہے۔ اگر آپ ان کی کتاب (ابجد العلوم) کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے نزدیک فقہ کی کیا وقعت ہے اور اگر قاضی خان کی عبارت سے مراد یہی فقہ ہے جو نواب صاحب نے ذکر کی ہے تو پھر عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی۔

تعلم فقه القرآن اولی من تعلم الفاظه.

نیز (تعلم القرآن) کالفظ آپ کی تاویل کو غلط ثابت کرتا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر ترجمہ ہوگا کہ قرآن کے بعض مجرد الفاظ کو سیکھنا ان کے مطالب ومعانی سیکھنے سے اولیٰ ہے' مگر اس طرح بھی غلط ہے۔

مولوی صاحب! آپ کو کتاب کی اس عبارت پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس طرح کی بہت ساری چیزیں موجود ہیں۔

1۔ فتاویٰ قاضی خان ا:۶۵ مطبوعہ نولکشور میں ہے:۔

اذا قرأ المصلي من المصحف فسدت صلوته في قول ابي حنيفة

اور فتاویٰ عالمگیری ا:۱۰۱ مطبوعہ مصر میں ہے کہ:۔

ويفسدها قراءته من مصحف عند ابي حنيفة.

جو نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور پھر عالمگیری کے اسی صفحے پر ہے کہ:۔

لو نظر فی کتاب من الفقه في صلوته وفهم لا تفسد صلوته بالاجماع.

اگر فقہ کی کتاب نماز پڑھتے دیکھ لی اور اسے بغور سمجھا تو نماز فاسد نہ ہوگی' اس پر اجماع ہے۔

اس عبارت سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں:۔

1۔ آپ کے نزدیک قرآن سے زیادہ فقہ کا مرتبہ و مقام ہے اور مولانا صاحب نے تو ایسے ہی فقیہ لوگوں کی براءت کیلئے تکلف کیا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

2۔مندرجہ بالا عبارتوں میں کتب فقہ سے مراد مروجہ فقہ کی کتابیں ہیں نہ کہ '' فقہ القرآن والحدیث'' اس لئے مولانا صاحب کی تاویل غلط ثابت ہوتی ہے۔

3۔ مروج فقہ قرآن کا غیر ہے عین نہیں ہے۔

2۔ قاضی خان ۴: ۷۸۰ کتاب الحظر میں ہے کہ:۔

والذی رعف فلا یرقأدمه فأراد ان یکتب بدمه علي جبهته شيئا من القرآن قال ابوبكر الاسكاف يجوز قيل لو كتب بالبول قال لو كان فيه شفاء لا باس به.

مولانا صاحب! اس عبارت کا ترجمہ آپ خود کریں یا اپنے طالب علموں سے کرائیں جن کتابون میں قرآن کریم کو نکسیر سے شفاء کیلئے خون سے لکھنا اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے اگر ان کتابوں میں فقہ کا سیکھنا قرآن کے سیکھنے سے افضل کہا جائے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے؟ اس لئے ان کے متعلق مولانا صاحب کو تنگ دل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ " **وما هي بأول قارورة كسرت**".

3۔ایک طرف آپ کو معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق قرآن اگر نماز میں دیکھ کر پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری طرف عالمگیری کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

ولو نظر إلى فرج المطلقة طلاقا رجعيا عن شهوة يصير مراجعا ولا تفسد صلوته (عالمگیری ۱: ۱۰۴ مطبوعه مصر الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها الفصل الثاني النوع الثاني)

اگر کوئی نماز کی حالت میں رجعی طلاق یافتہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور

رجوع بھی کر سکتا ہے۔

سبحان اللہ! امید ہے کہ اس عبارت کو دیکھنے کے بعد مولانا صاحب کو اوپر والی عبارت پر کوئی غم نہ ہوگا۔

الحاصل آپ کی کی ہوئی تاویل بالکل بے معنی ہے اور کوئی بھی صاحب علم اس کو قبول نہیں کرے گا اور یہ ہرگز تعصب نہیں ہے کہ حق بات کو ظاہر کیا جائے یا کسی امتی کے علم یا فقہ پر جائز تنقید کی جائے مگر تعصب تو یہ ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور غلط تاویلیں کر کے اپنی غلطیوں کو چھپایا جائے اور اپنی غلطیوں کو درست جانا جائے' اس لئے یہ ہرگز دیانتداری نہیں ہے کہ آپ ایسی صاف عبارتوں کا مطلب تبدیل کر کے جاہلوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سرخرو ہو رہے ہیں۔ خبردار......

یحرفون الکلم عن مواضعه.

یہ اسی قوم کی عادت ہے جو قرآن کریم میں مغضوب علیہ شمار ہوئی ہے۔

دوسری عبارت کے متعلق جو آپ نے قطع برید کی الزام تراشی کی ہے' ہم نے اس طرح نہیں کیا۔ ہم نے تو فقط ابو عاصم کے الفاظ نقل کئے ہیں اور زائد جملہ " اذا طلب الحدیث ولم یطلب فقهه" دوسرے شخص کی طرف سے ہے جو لفظ "یعنی" سے ظاہر ہے۔ قطع و برید اس وقت کہا جاتا جب ایک شخص کی عبارت کو مطلب مکمل ہونے کے علاوہ حذف کر دیا جاتا' اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور جھوٹا الزام لگانے سے بچیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (الاحزاب: ۵۸)

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

لہٰذا یہ تاویل بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: اس لئے کہ طلاب حدیث خود بھی اس کی سمجھ رکھتے ہیں۔ سابقہ محدثین کی زندگی ملاحظہ فرمائیں' امام بخاری' نسائی' ابوداؤد' ترمذی وغیرھم ان کی کوئی الگ فقہ نہیں ہے بلکہ انہوں نے احادیث جمع کیں اور تراجم وابواب میں مسائل سمجھا دیئے۔

ثانیاً: حدیث کی طلب سمجھ کے بغیر ہوتی ہی نہیں اس لئے کہ حدیث کے الفاظ کو یاد کرنے والا دو چیزوں سے خالی نہیں ہوتا' یا تو وہ عربی جاننے والا ہوگا یا پھر الفاظ کو یاد کرنا خود مطلب کا سمجھنا ہے' اس کے علاوہ عربی الفاظ یاد ہی نہ ہونگے ؟ پھر سوال کس بات کا؟۔

اگر آپ کہیں کہ عربی نہ جاننے والا اس کا ترجمہ یاد کرسکتا ہے اور پھر یہ سمجھ بھی سکتا ہے تو ایسا حیلہ اور بہانہ یہاں نہیں چلے گا۔

ثالثاً: اگر لفظ فقہ سے مراد فقہ الحدیث ہے تو پھر یہ حدیث کے الفاظ یاد کرنے سے حاصل ہوگا اور مروجہ فقہ کی تو حدیث سے اجنبیت غیریت واضح ہوچکی۔ " فلا تعني لهذه العبارة".

رابعاً: فقہ الحدیث کس سے لی جائے گی' نبی ﷺ سے یا غیر نبی سے؟

علی الاول: تو یہ حدیث ہی ہوئی پھر آپ کے پاس حدیث کا طالب بمع فقہ الحدیث خواہ بلا فقہ الحدیث ہر حالت میں مفلس ہی رہا اور آپ کا بہانہ کسی کام نہ آیا' بے کار ہی ثابت ہوا۔

علی الثانی: امتی کی فقہ الحدیث خطاء وصواب کی متحمل اور شک والی ہی رہتی ہے تو پھر کہا جائے گا کہ بقول شما صواب اور یقینی چیز شک والی چیز پر موقوف رہے گی اور جب تک خطا وصواب کی محتمل چیز کو حاصل نہ کرلے اس وقت تک صرف یقینی اور قطعی چیز کا طالب مفلس ہی رہے گا' یہ عجیب منطق ہے۔

خامساً: الفاظ پہلے یاد کئے جاتے ہیں اور ان کی سمجھ ثانوی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ جب تک الفاظ نہ پڑھے جائیں گے تب تک ان کی سمجھ نہیں آئے گی اگر الفاظ کا طلب کرنا مفلس لوگوں کا کام ہے تو پھر مطلب تک رسائی کیسے ہوگی؟۔

سادساً: حدیث اصل ہے اور فقہ فرع ہے اور اصل فرع کو متضمن ہوتا ہے بخلاف العکس۔ اس لحاظ سے فرع کو اصل کے علاوہ حاصل کرنا مفلسوں کا کام ہے' برخلاف اس کے 'فقیہ' مفلس رہے نہ کہ محدث۔

سابعاً: یہ آپ کی تاویل اوپر والی عبارت کی تاویل کے خلاف ہے اس لئے کہ اوپر آپ نے فقہ کو قرآن وحدیث سے ماخوذ کہہ کر حدیث کو اصل اور فقہ کو فرع مانا ہے اور یہاں پر اس کے برخلاف آپ نے فقہ کو اصل اور حدیث کو فرع کی حیثیت دے دی ہے اس لئے کہ فقہی کے علاوہ آپ کے ہاں محدث مفلس ہوتا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ؟

ثامناً: اس سے مراد کیا ہے؟ خود سمجھے یا دوسرے کی سمجھ اختیار کرے۔ پہلی صورت میں ظاہر ہے کہ حدیث کو حاصل کرنے والا جو کہ بغیر کسی آراء واقوال کے خاص حدیثوں کو حاصل کرتا ہے تو وہ یقینی طور پر ''فقہ الحدیث'' میں تجربہ حاصل کرسکتا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ طلب الحدیث خود ان کے مطالب کی طلب عین ہے اور دوسری صورت میں ''فقہ الحدیث'' یا'' **تفقه في الحديث**'' نہ ہوگی بلکہ اس کو تقلید کہیں گے جس کا مطلب ہے کہ '' **العمل بقول الغير من غير حجة**''۔

جیسا کہ آپ کی کتاب مسلم الثبوت وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے' اس لحاظ سے نہ اس کو حدیث حاصل ہوئی اور نہ فقہ الحدیث ہی مل سکی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے تم

تاسعاً: لفظ فـقـهـہ میں ضمیر کا مرجع ''حدیث'' ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حدیث اور فقہ الحدیث دونوں ایک چیز ہیں یا دونوں الگ الگ ہیں؟

پہلی صورت: میں آپ پر وہی اعتراض باقی رہے گا کہ آپ کے ہاں تو محدث مفلس ہوتا ہے۔

دوسری صورت: میں آپ یہ فرق واضح کریں گے کہ الفاظ سے اس کی فقہ حاصل ہوگی یا کسی دوسری چیز سے حاصل ہوگی؟

عاشراً: آپ یہ بھی سمجھائیں کہ حدیث اور فقہ الحدیث میں چار نسبتوں میں سے کون سی نسبت ہے؟

اگر کہیں گے کہ تباین ہے تو پھر ''حدیث'' یا ''فقہ الحدیث'' ایک دوسرے کی ضد بنیں گے' تو ان میں سے ایک کا حاصل کرنا دوسری کا مانع بنے گا اس لئے کہ دو اضداد کا اجتماع ممتنع ہے۔ اس لحاظ

سے بھی ایک دوسری طلب لازم ہوگی کیونکہ ارتفاع بھی ممنوع ہے تو آپ کے اپنے قول کے مطابق حدیث سیکھ کر مفلس بنیں یا صرف فقہ سیکھ کر اس سے بھی آگے جائیں اور اگر آپ کہیں گے کہ تساوی ہے تو پھر ایک چیز یعنی ''حدیث'' کے حاصل کرنے سے دوسری چیز یعنی (فقہ الحدیث) بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح ''یعنی'' والی تخصیص کا کوئی بھی مطلب نہ رہے گا بلکہ لغو ہو جائے گا اور اگر آپ کہیں گے کہ اعم اخص مطلق ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کس کو عام اور کس کو خاص کہیں گے؟ اگر حدیث کو عام کہیں گے تو لازم ہوگا کہ بعض احادیث کی کوئی فقہ یا کوئی مطلب نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک ۔ اس لئے کہ تقدیر الکلام پھر اس طرح ہوگی کہ:۔

کل فقہ حدیث و کل حدیث لیس بفقہ.

اور یہ کفریہ عقیدہ ہے اس لئے کہ قرآن میں ہے:۔

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴)

جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے آپ اس کو وضاحت کر کے بیان کریں۔

قرآن کریم کی آیت آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے اور نیز حدیث مخلوط اور محتاج تحقیق رہے گی کہ کون سا حصہ بامعنی ہے اور کون سا بے معنی ہے؟

لہٰذا اس لئے معیار کونسا ہوگا؟ حدیث یا فقہ یا کوئی دوسرا؟۔

علی الاول: افلاس لازم آئے گا۔

علی الثانی: حدیث کو فقہ کے ساتھ پرکھنا مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے۔

علی الثالث: اس کیلئے دلیل چاہئے۔ ''**وکل ذلک لا سبیل لکم الیہ**'' اور اگر آپ فقہ کو عام کہیں گے تو پھر مفہوم یہ ہوگا۔ ''**وکل حدیث فقہ و کل فقہ لیس بحدیث**'' اس طرح حدیث کی طلب خود اس کی فقہ کی طلب ہوگی اور وہی سابقہ اعتراض قائم رہے گا اور آپ کا بہانہ باطل ہو جائے گا اور بعض الفقہ باطل رہے گی اور باطل و غیر باطل کیلئے معیار کونسا ہوگا حدیث یا

کوئی دوسرا؟ پھر دوبارہ مفلس کے دروازے پر جائیں گے اور اگر آپ کہیں گے کہ:۔
" اعم اخص من وجه " ہے تو پھر تقدیر اس طرح ہوگی۔

بعض الحديث فقه وبعضه ليس بفقه وبعض فقه الحديث حديث وبعض فقهه ليس بحديث.

اب آپ ہی بتائیں کہ اس تقسیم کے متعلق اولاً تعیین ثانیاً اس کے لئے دلیل چاہئے " وكل ذلك لا سبيل اليه".

اور اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ کئی احادیث کی ضرورت یا طلب نہیں ہے اس لئے کہ ان کی کوئی فقہ اور سمجھ نہیں ہے اور بعض فقہ الحدیث میں حدیث نہیں ہے بلکہ ان کا غیر ہے پھر تو یہ بھی قابل تعلم نہ رہی۔

مولانا صاحب! " حرفة " کا لفظ بھی آپ کی تاویل کو غلط ثابت کرتا ہے اس لئے کہ حرفتہ کے معنی الصناعة وجهة الكسب ہوئے یعنی ''فقہ الحدیث'' کے علاوہ حدیث کی طلب مفلس لوگوں کا کسب اور کام ہے اور آپ نے قبول بھی کیا ہے کہ حدیث کا مطلب سیکھنا اس کے الفاظ سیکھنے سے افضل ہے اور ظاہر ہے کہ ان کے مطالب کو سیکھنا مجرد الفاظ کو سیکھنے سے زیادہ مفید ہے پھر جو چیز جس قدر زیادہ مفید ہوگی اسی قدر ہی زیادہ مفید کمائی والی ہوگی پھر اگر حدیث کا علم حاصل کرنے والوں کو آپ مفلس کہیں گے تو پھر بڑے مفلس تو فقیہ ہوں گے جنہوں نے بڑے پیمانے پر تجارت کھول کر کاروبار شروع کیا ہوا ہے اس لئے زیادہ کمائی والی چیز بقول شما اُن کے پاس ہی ہے۔

اگر کہتے ہو کہ ان کی نیت خالص ہے اور ان میں للّٰہیت ہے تو پھر محدثین کی نیتوں میں کیسے شک ہوا جن کے طلب حدیث کو''حرفہ'' کہہ رہے ہو۔

هلا شققت عن قلوبهم
مجھے الزام دیتے تھے ۔ قصور اپنا نکل آیا

نیز اگر طلب الحدیث حرفتہ المفالیس ہے تو پھر طلب الفقہ تو تاجروں اور سیٹھ لوگوں کا پیشہ رہا

ہے اس لئے کہ عبارت سے ظاہر ہے کہ حدیث کا حاصل کرنا باعث افلاس اور غربت ہے اور اس کو آپ '' طلب الحدیث بلا فقہ'' پر محمول کرتے ہیں تو پھر فقہ کا حاصل کرنا باعث دنیاداری اور مالداری رہا ہے۔ فقہ کی عجیب شان ہے یعنی حدیث مسکینوں اور غریبوں کیلئے اور فقہ دنیا داروں اور سرمایہ داروں کیلئے۔

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (الانعام: ۸۱)

پھر کونسا فریق امن کا زیادہ حقدار ہے اگر آپ جانتے ہیں؟

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلیٰ
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

الغرض اوپر والی عبارت اپنے مطلب میں صاف ہے اس کی جو تاویل آپ نے کی ہے اس سے مطلب تمام نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ داغ فقہیوں سے مٹ سکتا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

'' فقہا حضرات اپنی کوشش سے تکلیف برداشت کر کے مسائل نکالتے ہیں الخ۔

یہی ہمارا اعتراض ہے کہ مروجہ فقہ علماء کے تفقہ اور استنباط کا مجموعہ ہے جس میں خطا و صواب دونوں موجود ہیں' ان پر سوائے تحقیق کے عمل نہیں کیا جا سکتا اس لئے اصل معیار قرآن و حدیث ہی ہیں پھر اگر بقول شما موجودہ فقہ' فقہ الحدیث ہے تو پھر بھی پہلے حدیث کا سیکھنا (بزعم شما مفلس ہونا) ضروری ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب آپ بتائیں کہ خالی الفاظ الحدیث کا حاصل کرنا مفلس لوگوں کا کام ہے یا طلب الحدیث مع فقہ مفلس لوگوں کا کام ہے۔

علی الاول: اس کو فقہاء کے استنباط میں خطاء وصواب کا فرق معلوم نہ ہوگا اور نہ کوئی حدیث سیکھے گا اور نہ فقہ پر کوئی عمل کر سکے گا۔

علی الثانی: تاویل غلط، توجیہ بیکار اور تکلف بے معنی۔ پہلے ایسی باتوں سے آپ باہر نکلیں پھر اس طرح کی تاویلیں کریں۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

نیز اگر فقہ الحدیث سے مراد الفاظ کا سیکھنا اور اس کا مطلب حاصل کرنا ہے تو پھر ہر طالب الحدیث حدیث سیکھے گا اور سمجھتا جائے گا، پھر تو ہر کوئی محدث نعوذ باللہ آپ کے ہاں مفلس ٹھہرا اور اگر اس سے کوئی دوسری چیز مراد ہے تو پھر آپ اس کی تعیین کریں اور کہیں کہ اس سے مراد موجودہ علماء کی کتابیں ہیں۔ تو پھر اس سے یہ سوال پیدا ہوگا کہ یہ تو بہت سارے مکتبہ فکر کے علماء کی فقہیں ہیں۔ خصوصاً چار فقہیں: حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی اور بقول شاعر۔

وكل يدعى وصلا لليلى وليلى لا تقر لهم بذاك

ہر مکتب فکر والا اپنی فقہ کے برحق ہونے کا مدعی ہے۔ پھر کس کی فقہ کو ''فقہ الحدیث'' کہیں گے؟ اس لئے پھر کوئی دوسری فقہ تلاش کریں گے یا آیت؟

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ". (النساء: ٥٩) پر عمل کریں گے؟

علی الاول: ان چیزوں کی تلاش اور ان کے برحق وصواب اور معیار ہونے کیلئے دلیل و برہان چاہئیے۔

وعلی الثانی: پھر بھی افلاس کا داغ لگے گا اور مفلس کہلائیں گے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ دولت رواۃ حدیث کو حاصل نہیں ہے۔

مولانا صاحب! رواۃ حدیث کے پاس برابر یہ دولت کہاں سے آئی؟

ان کیلئے مبارک الفاظ نبوی ہی کافی ہیں جن میں ان کیلئے ہدایت اور نصیحت موجود ہے۔ آپ کبھی یہ نہیں سنیں گے کہ کوئی غیر عالم' حدیث کا عالم اور حامل ہوا ہے۔ اس کے متعلق امام حاکم نیشاپوری کی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' کا صفحہ ۶۳ کا مطالعہ کریں۔ نواب صاحب کی جو آپ نے عبارت لکھی ہے اس سے بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ عامی اگر غیر عربی ہے تو ترجمہ سن کر عمل کر سکتا ہے۔ اب اس میں اور مجتہد میں یہ فرق رہا کہ یہ خود حدیث سن کر مطلب سمجھ سکتا ہے اور عوام ان کے سمجھانے پر اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ نواب صاحب نے مجتہدوں کی تعریف کی ہے نہ کہ مقلدوں کی۔ یہ جتنی بھی فقہ کی کتب لکھی ہوئی ہیں یہ سب مقلدین کی ہیں نہ کہ مجتہدین کی۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ۳۹۲ وهو في ذيل المستصفى للغزالي جلد ۲ . میں ہے کہ: المجتهد بعد اجتهاده ومعرفة الحكم (ممنوع من التقليد فيه اجماعا) وفي ردالمحتار لا بن عابدين الشامي ص ۵۶ ج ۱ مطبوعه مصطفي البابي مصر " لان المجتهد لا يقلد مجتهدا".

یعنی مجتہد دوسرے کا مقلد نہیں ہوتا بلکہ بالاجماع اس سے منع ہے پھر یہ سب جو غیر مقلد اور اہلحدیث ہیں یہی مجتہد ٹھہرے۔ جن کو بقول نواب موصوف وہ تفقہ فی الحدیث حاصل تھا جو مقلدین اور مروجہ فقہ کی کتابوں کے مصنفین کے تصور یا خواب وخیال میں بھی نہیں' اس لئے کہ مقلد آپ کے ہاں بھی عام لوگوں میں شمار ہے اور اگر آپ کہیں کہ یہ سب مجتہد ہیں تو یہ بھی غلط ہوگا اس لئے کہ پھر ان کتابوں کو دوسرے ائمہ کی طرف منسوب نہ کریں اور ان کو فقہ حنفی یا شافعی نہ کہیں۔

نواب صاحب کی عبارت سے بخوبی ظاہر ہوا کہ جن کو آپ مفلس کہتے ہیں وہ اس دولت سے مشرف ہوئے اور آپ کے فقیہ جن کو آپ دولتمند کہتے ہیں ان کی جیبیں خالی رہیں۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف ہے وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

مولانا صاحب! یہ کیا جنون یا دیوانگی ہے کہ عبارت کا مطلب نہ سمجھ کر ایسے ہی لکھ دیں یا اس سے بڑھ کر کوئی اور تعصب ہوسکتا ہے کہ عبارت ایک طرف صاف اور واضح ہو اور حدیث کی توہین ظاہر کر رہی ہو تو اعتراض ہونے کے بعد غلط تاویلیں اور توجیہات کر کے اپنی شرم کو کم کریں یا پھر اس سے بڑھ کر کوئی اور بدیانتی ہوگی کہ نواب صاحب کی عبارت نقل کر کے اس سے مروجہ فقہ کو درست بنایا جائے۔ ذرا پھر وہی پہلے والی کتاب ''الدین الخالص'' جس سے آپ نے عبارت نقل کی ہے اس کو غور سے دیکھیں کہ ان کے ہاں مقلدین کا کیا مقام ہے اور وہ مروجہ فقہ کو کیا سمجھتے ہیں اور مناقب فقہاء میں موجودہ فقہیوں کیلئے کیا کہتے ہیں اور محدثین کیلئے کیا لکھتے ہیں اور اسی ''فقہ الحدیث'' کی کیا تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے اس طرح بھی لکھا ہے کہ:۔

''اقوال سلف جو تصریحات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہیں وہ سب بسر وچشم قبول ہیں''۔

مولوی صاحب! ان اقوال کا مجموعہ ہی تو مروجہ فقہ ہے۔ اگر ان کا تقابل قرآن وحدیث سے کرتے ہیں تو پھر بسم اللہ ''چشم ماروشن دل ماشاد'' تو پھر آپ بھی غیر مقلد ٹھہرے اس لئے کہ یہ کام تحقیق کے علاوہ ممکن نہیں ہوتا۔ تقلید اور تحقیق دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ شامی ۱:۳۴۲ مطبوعہ میمنہ مصر میں ایک مسئلہ کے متعلق طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

فاخرج نفسک من ظلمة التقليد وحيرة الاوهام واستضئ بمصباح التحقيق.

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تحقیق الگ چیز ہے اور تقلید الگ چیز ہے نیز قرآن و حدیث سے اقوال کا تقابل کرنا تو غیر مقلدین کا کام ہے نہ کہ مقلدین کا' اس لئے کہ دلیل کا علم رکھنا یا اس سے مسائل اخذ کرنا یا اقوال کا ان سے تقابل کرنا تقلید کے منافی ہے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (مع المستصفى للغزالى ۲:۴۰۰ فی الذیل)

میں ہے کہ:۔

(التقليد العمل بقول الغيرمن غير حجة) متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتهد دليله وحجته (كاخذ العامي) من المجتهد (واخذ) المجتهد من مثله فالرجوع الي النبي عليه وآله واصحابه الصلوٰة والسلام او الي الاجماع ليس منه) فانه رجوع الي الدليل.

یہ عبارت چند امور بیان کرتی ہے:۔

1۔ تقلید دلیل کے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنے کو کہتے ہیں بلکہ اس کی ماہیت میں علم بالدلیل داخل نہیں ہے۔

2۔ دلیل کے ساتھ کسی کے قول کو قبول کرنا تقلید نہیں ہے۔

3۔ احناف کے پاس دلائل چار ہیں۔ کتاب وسنت' اجماع اور قیاس اور مقلد کو ان میں سے کسی ایک کے علم کے علاوہ کسی دوسرے کے قول کو قبول کرنا ہے۔

4۔ مقلد کو ان چاروں میں سے دلیل نہیں لینی ہے۔

5۔ بلکہ فقط اپنے مجتہد کا قول ہی اس کیلئے دلیل ہے۔

6۔ اسی طرح اجماع کی طرف رجوع کرنا بھی تقلید نہیں ہے۔

7۔ نیز حدیث کی طرف رجوع کرنے کو بھی تقلید نہیں کہیں گے۔

8۔ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے قول کی طرف رجوع کرے تو یہ بھی تقلید نہ ہوگی۔

اب مولانا صاحب بتائیں سلف کے اقوال کو حدیث کی تصریحات سے ملاتے ہوئے موافق و ناموافق معلوم کرنے کیلئے حدیث کی طرف رجوع آپ کس حیثیت سے کریں گے؟

مجتہد ہونے کی حیثیت سے یا مقلد ہونے کی حیثیت سے؟ پہلی صورت میں تو آپ بھی غیر

مقلد ہوئے' اس لئے کہ مجتہد مقلد نہیں ہوتا۔ دوسری صورت میں آپ کو کوئی حق نہیں کہ ان کے معلوم کرنے کیلئے آپ تکلیف اٹھائیں۔ اپنے اصولوں کا خیال کریں نیز اس وقت حدیث کی طرف رجوع کریں گے یا ''فقہ الحدیث'' کی طرف؟۔

علی الاول: بقول شما مفلس بنیں گے۔

علی الثانی: مجتہد ہوں گے۔

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْباً. (بنی اسرائیل: ۱۴)

تو اس حالت میں آپ کو یقیناً مفلس بننا پڑے گا اس لئے کہ پہلے تو الفاظ یاد کرنے اور سیکھنے پڑیں گے۔ ایضاً یہ فقہ الحدیث کا نام کس چیز کو دیں گے؟

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَّتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ.

نیز آپ نے رجوع کا ذکر کیا ہے۔

مولانا صاحب! جو آپ نے عقیدہ لکھا ہے کہ قرآن وحدیث سے اقوال کا تقابل کر کے پھر موافق کو قبول کیا جائے اور مخالف کو رد کر دیا جائے یہ تو بعینہ اہلحدیثوں اور غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس منصب پر پہنچائے' پھر اس کے مطابق رجوع و عدم رجوع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری صورت میں یہ کون سی غلطی ہے جس سے رجوع کیا جائے؟ عبارتیں تو دونوں اپنے مطلب میں صاف ہیں۔

یہی فقہ کی کتابیں ہیں جن کو قرآن وحدیث کا عوض اور نعم البدل کہا گیا ہے۔

ایک دین سے چار کیسے ہوئے؟ جب ان فقہوں کی بنیاد پڑی اس وقت فقط قرآن وحدیث ہی تھے' اس وقت فرقوں کا وجود ہی نہ تھا؟ شاہ ولی اللہ الدھلوی حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۳۵۵ مع الترجمہ مطبوعہ اصح المطابع لکھتے ہیں:۔

اقول وبعد القرنين حدث فيهم شئ من التخريج غير ان اهل المائة الرابعة لم يكونوا مجتمعين علي التقليد الخالص علي مذهب واحد

والتفقه له والحكاية لقوله كما يظهر من التتبع بل كان فيهم العلماء والعامة وكان من خبر العامة انهم كانوا في المسائل الاجماعية التي لا اختلاف فيما بين المسلمين او جمهور المجتهدين لا يقلدون الا صاحب الشرع وكانوا يتعلمون صفة الوضوء والغسل والصلوٰة والزكوٰة ونحو ذالک من آبائهم ومعلمي بلدانهم فيمشون حسب ذالک واذا وقعت لهم واقعة استفتوا فيها اي مفت وجدوا من غير تعيين مذهب وكان خبر الخاصة انه كان من اهل الحديث منهم يشتغلون بالحديث فيخلص اليهم من احاديث النبي ﷺ وآثار الصحابة مالا يحتاجون معه الي شيء آخر في المسئلة من حديث مستفيض الخ (ثم قال) ثم بعد هذه القرون كان ناس آخرون ذهبوا يمينا وشمالا وحدث فيهم امور منها الجدل والخلاف في علم الفقه...... ومنها انهم اطمانوا بالتقليد ودب التقليد في صدورهم دبيب النمل وهم لا يشعرون وكان سبب ذالک تزاحم الفقهاء ومجادلهم فيما بينهم فانهم لما وقعت فيهم المزاحمة في الفتوي كان كل من افتي بشيء نوقض في فتواه ورد عليه فلم ينقطع الكلام الابمسير الي تصريح رجل من المتقدمين في المسئلة آه(حجة الله البالغة باب حكاية حال الناس قبل المأة الرابعة وبعدها)

''میں کہتا ہوں کہ دو صدیوں کے بعد تخریج کا طریقہ پیدا ہوا اور چوتھی صدی کے لوگ کسی خاص شخص کی تقلید پر متفق نہ تھے اور نہ ہی کسی خاص شخص کی فقہ کے پابند تھے اور نہ ہی ہر مسئلے میں اس کے قول کو نقل کرتے تھے جیسا کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان میں علماء اور عام لوگ بھی تھے عام لوگوں کی حالت یہ تھی کہ متفق علیہ مسائل جن میں اہلِ اسلام یا جمہور مجتہدین میں اختلاف نہ

تھا' صاحب شریعت کے علاوہ کسی کی بھی تقلید نہیں کرتے تھے۔ وضو' غسل' نماز اور زکوٰۃ کا طریقہ اپنے باپ دادا یا شہر کے علماء سے سیکھ لیتے تھے اور اس کے موافق عمل کرتے تھے اور جب کوئی نیا واقعہ رونما ہوتا تو اس وقت بلاتعیین کسی مذہب کے' جو مفتی بھی ملتا اس سے مسئلہ دریافت کر لیتے اور خاص لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ان میں محدثین حدیثوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس نبی ﷺ کی حدیثیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اس حد تک موجود تھے کہ ان کو کسی مسئلہ میں بھی کسی دوسری چیز کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اور ان کے پاس صحیح احادیث کا کافی ذخیرہ تھا۔ اس زمانے کے بعد دوسرے لوگ آئے جو دائیں بائیں چلنے لگے تو ان میں کئی نئی باتیں اور علم فقہ کے بارے میں تکرار اور جھگڑا پیدا ہوا اور تقلید پر مکمل اطمینان کر لیا اور آہستہ آہستہ تقلید ان کے سینوں میں سماتی چلی گئی اور ان کو معلوم بھی نہ ہو سکا اور اس تقلید کا سبب فقہاء کا آپس میں تکرار اور نزاع ہے۔ اس لئے کہ جب بھی فتویٰ دینے میں تکرار پیدا ہوا اس وقت جو شخص بھی فتویٰ دیتا اس کے فتویٰ پر اعتراض کر دیا جاتا اور اس کو رد کر دیا جاتا تو پھر کلام کا سلسلہ متقدمین میں سے کسی شخص کے واضح قول پر ختم ہو جاتا''۔

پھر ایسی حالت میں جس کو خالص کتاب و سنت پر عمل کرنے کا خیال ہے وہ اصل کو فرع کا محتاج نہیں جانتا۔ وہ ایسی تنقید سے کیسے باز آئے گا حالانکہ عوام کا ذہن اس عقیدہ سے بھر دیا گیا ہے کہ اس وقت قرآن و حدیث آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور موجودہ فقہ قرآن و حدیث کا نچوڑ اور خلاصہ ہے اس لئے اس پر اسے عمل کرنا چاہئے۔ اس طرح حقائق کو چھپا کر خلق خدا کو کلام اللہ اور سنت رسول مقبول ﷺ پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ کیا ایسے ظلم کے خلاف جہاد کرنا ضروری نہیں ہے؟ بلکہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل کو عوام کے سامنے ظاہر کیا جائے اور ان کو بیدار کیا جائے کہ جس فقہ کو آپ دین یا شریعت محمدی سمجھتے ہیں اور جس کے پڑھنے اور پڑھانے میں آپ چندے خرچ کرتے ہیں یا جن پر قرآن و حدیث کے بدلے فتوے دے کر عمل کرایا جاتا ہے ان کی حقیقت تو یہ ہے۔ کیا اس طرح ان لوگوں کو اصل قرآن و حدیث کی طرف متوجہ نہیں کیا جا

سکتا؟ اللہ سے ڈریں اور لوگوں کو قرآن وحدیث سیکھنے کی ترغیب دیں اور اس کے بدلے بے زبان جاہلوں کو دوسری کتابوں میں مت پھنسائیں۔ اس وقت تو اللہ کے فضل سے قرآن وحدیث کے تراجم اردو اور سندھی زبان میں بھی ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو ان کے مطالعہ پر آمادہ کریں خود ہی حق کو جان جائیں گے بلکہ آپ لوگوں پر حق ہے کہ آپ سب علماء مل کر موجودہ فقہ کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ان لوگوں کی عمریں برباد نہ کریں۔

آگے آپ نے بڑے اہم کام کی طرف اشارہ کر دیا ہے مگر مولانا صاحب! میں آپ کو علی وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ جو بھی موجودہ مذہبی فتنے ہیں مثلاً عیسائی' کمیونزم تحریک' چکڑالوی' انکار حدیث' مرزائی' شیعہ مذہب ان سب کی بنیاد موجودہ فقہ حنفی سے ملتی ہے اور یہاں سے ان کو تائید ملتی ہے۔ اگر ہمت ہو تو اس بات میں بھی طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں۔ کسی بھی فرقہ کو آپ لے لیں اس کے کتنے ہی مسائل آپ کو فقہ حنفی کے علماء کی کتابوں سے ملیں گے۔

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رکے رہے ہاتھ اب ہے رگ گلو باقی

اگر آپ کو فتنے ختم کرنے ہیں تو پھر نیک مشورہ دیتا ہوں کہ دوسری تمام کتابوں کو چھوڑ کر خالص قرآن وحدیث کی تعلیم دیں اور اس کی تبلیغ بھی کریں' ان شاء اللہ سب فتنے ختم ہو جائیں گے۔ وہ دولت جو ایمان کو خطرے میں ڈالے' اس سے وہ افلاس ہزار مرتبہ بہتر ہے جو ایمان کو روشن اور مضبوط کرے۔

آپ نے بے جا اعتراض کی بھی شکایت کی ہے مگر بے جا اعتراض تو وہ ہے جو اپنی کتابوں میں خطرناک عبارتیں دیکھ کر بھی صُمًّا وَّ عُمْيَانًا بن جائے اور اس کو ظاہر کرنے والوں پر بھی اعتراض کرے۔ سچ ہے کہ:۔

حبک الشيء يعمي ويصم.

بیا بگلشن سنت کہ انگر بو بینی
نہ رویداز گل تقلید جز گیاہ دگر

مولانا صاحب! دین خالص جس کی آپ کو بھی تڑپ ہے وہ خالص قرآن وحدیث میں ہی ہے جس میں کسی بھی شک کی گنجائش نہیں ہے نہ اس کے بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کو اور نہ لانے والے جبرئیل کو اور نہ جس پر نازل کیا گیا ہے یعنی نبی اکرم ﷺ کو اور نہ جنہوں نے اس کو آپ سے سنا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور نہ ہی آج تک کسی مسلمان کو اس کے متعلق شک ہوسکتا ہے یا فقہ کی کتابوں کے متعلق آپ حقانیت اور خالص ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں جن کے متعلق خود اس کے بیان کرنے والوں کو بھی یقین نہ تھا اور نہ آج تک کسی کو یقین ہے جیسا کہ اوپر والی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر یقیناً دین خالص وہی ہوا جس میں کسی قسم کا بھی شک نہیں ہے۔

"فدع ما یریبک إلی مالا یریبک"

آپ فکر نہ کریں اس خالص دین کا اللہ تعالیٰ خود نگہبان ہے اور اسی نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کہلوایا ہے کہ:۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین. (مشکوۃ: ۳۶' کتاب العلم)

اس علم کی حفاظت ایک دوسرے کے بعد معتبر لوگ کرتے رہیں گے اور وہ غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرست لوگوں کے حربوں اور جاہل لوگوں کی تاویل کا سد باب کرتے رہیں گے۔

اس لئے اب کتنی بھی آپ ان کی مخالفت کریں' ان کو مفلس وغیرہ کہیں' وہ ہر وقت سینہ سپر ہو کر مقابلے کیلئے تیار ہیں' کبھی بھی باطل کو حق کے ساتھ نہیں چلنے دیں گے۔

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ". (الانبیاء: ۱۸)

بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں پس سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"کسی بھی مسلمان کے کلام کوحتی الامکان صحیح بنایا جائے اور اس کو صحیح طور پر پیش کیا جائے"۔

مولانا صاحب! ہمارے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں جو فقہ کو حدیث سے زیادہ کہیں یا حدیث کے حاصل کرنے والے کو مفلس کہیں؟ ایسے جملوں کو ہم تو صحیح نہیں کر سکتے یہ تصحیح آپ کو مبارک ہو۔

رضينا قسمة الجبار فينا. لنا اصل وللفقهاء فرع

"آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ فقیر کو آپ غیر مقلدین حضرات کی اس سے بھی سنگین عبارتیں ہاتھ لگی ہیں"۔الخ

مولانا صاحب! آپ کے یہ الفاظ اہلحدیث مسلک اور اصول سے ناواقفی کی دلیل ہیں اس لئے کہ اعتراض اس پر کیا جاتا ہے جو خصم کے مسلمات میں سے ہو۔فقہ آپ کے مسلمات میں سے ہے اس پر اعتراض کرنا ہمارا حق ہے اور ہمارے مسلمات میں قرآن وحدیث کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر چاہے مقلد کا لکھا ہو یا غیر مقلد کا' مصنف متقدم ہو یا متاخر' دنیا کی ہر ایک کتاب میں خطا کا احتمال رہتا ہے سوائے کتاب وسنت کے اور ہم چاہے مصنف متقدم ہو یا متاخر کسی کو بھی غلطی سے معصوم نہیں جانتے۔ ہم خطاء اور غلطی سے پاک فقط ذات بابرکات اس محبوب سبحانی' رسول ربانی' امام اعظم' مرشد اعظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہی سمجھتے ہیں جن کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (النجم: ۳'۴)

یہ ضمانت دوسرے کسی کیلئے بھی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کسی کا بھی قول یا عمل ہمارے لئے علی الاطلاق سند نہیں ہے۔ پھر فقہ کے مقابلے میں کسی عالم کی کتاب کو پیش نہ کریں' اگر ہمت ہو تو ہمارے مسلمات یعنی قرآن کریم کی کسی آیت یا نبی ﷺ کے کسی قول یا فعل پر اعتراض کریں' ہم ان شاء اللہ اس کا مکمل مقابلہ کریں گے اور جواب دیں گے۔

فان ابی و والده وعرضي لعرض محمد منكم وقاء

مگر اول اسلام کو خیر باد کہیں پھر ایسی جرأت کریں۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

مولانا صاحب! آپ نے تھوڑی سی بات کو ایسے ہی اتنا طویل کر دیا ہے۔ اتنا ہی کافی تھا کہ یہ کتابیں امتیوں کی لکھی ہوئی ہیں، جو خطاء سے معصوم نہیں ہیں، جنہوں نے اس طرح لکھنے میں غلطی کی ہے اس لئے کہ غلطی سے پاک تو فقط رسول اللہ ﷺ کا کلام پاک ہے مگر اف تقلید! تعصب جس نے انصاف کا راستہ روک دیا اور حق گوئی سے دور کر دیا اور حق قبول کرنے سے عار دلا دی۔

ساحری کرو دو چشم تو وگرنہ زین پیش
بود ہوشیار تراز تو دل دیوانہ ما

خواہ مخواہ غلط چیز کو صحیح بتانے کیلئے اور غیر معصوم کو معصوم کی ہمسری دلانے کیلئے، امتی کو نبی ﷺ کی مسند پر بٹھانے کی خاطر، اتنا طویل مضمون ناموزوں ہے، جس کا کوئی فائدہ بھی نہیں، لکھ کر بحث مباحثہ کے مشن میں حرکت لائی گئی ہے۔ اب تو ۔

دم میں جب تک دم ہے دامان وفا چھوٹے نہیں
رشتہ الفت جہاں تک ہو سکے ٹوٹے نہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وانا العبد

ابو محمد بدیع الدین شاہ

عفی عنہ ما صدر منہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المبسوط المغبوط

فی

جواب المخطوط المھبوط

تالیف

شیخ العرب والعجم سید علامہ **ابو محمد بدیع الدین** شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ **محمد ابراہیم طارق** حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی و استاذ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

الدار الراشدیہ

پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

نزد جامع مسجد اہلحدیث الراشدی، گلی نمبر ۱،

موسیٰ لین لیاری، کراچی۔ Tel: 7542251

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی میز بین الطیب والخبیث . فرفع ما طاب درجة في القديم والحديث والصلوة والسلام على رسوله الاليث ارسله بالدين الواصب البغيث ليظهره على الدين كله ولو كره الغبيث النبيث وعلى آله وصحبه ومن تبعهم الذين نشروا دينه في اقطار الارض بالسير الحثيث. واستاصلوا كل باطل عارضوا ببرهان يهيث.

امابعد! آپ کا رسالہ مردود مقالہ ملا۔ حق تو یہ تھا کہ ہمارے مضمون کا جواب دیا جاتا اور اگر آپ کے پاس اس کا جواب نہ تھا تو پھر اس کو قبول کر لیتے' یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے مگر بقول شاعر ۔

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنون اور ہی ایجاد کریں گے

اصل مقصد سے ہٹ کر آپ نے غیر ضروری اور طویل مضمون لکھ کر بھیج دیا ہے جو کہ ظاہری طور پر فرار اختیار کرنے کا نمونہ ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ ایسی عبارت لائق کراہت وحقارت کا کوئی تعرض نہ کیا جاتا اس لئے کہ ۔

آنکس کہ زقرآن و خبر نہ رہی
آں ہست جوابش کہ جوابش نہ رہی

مگر آپ نے اس رسالے میں اپنے تعلق کا ذکر کیا ہے اس لئے اعراض کے بجائے ہم مزید تعلق استوار کرنے کیلئے چند اوراق تحریر کرتے ہیں۔

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

پیارے بھائی! مجھے اس بات کی حیرانگی ہے کہ آپ نے رسالہ ''التفصیل الجلیل'' غور سے پڑھا

بھی ہے کہ نہیں؟ اگر مطالعہ کیا ہے تو پھر آپ اس کو سمجھے بھی ہیں کہ نہیں؟ اس لئے کہ اس میں ہم نے آپ کی تاویلوں پر جو نقوض وارد کئے ہیں ان میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا بلکہ بلا تعرض و بحث کے مضمون کو غیر صحیح اور طویل کہہ کر آنکھیں بند کر کے آگے چلے گئے ہو۔

عزیز من! آپ کا مضمون بھی تو دلچسپ تھا، جس سے لطف اندوز ہو کر مجھے اتنا کچھ لکھنا پڑا۔

لذیز بود حکایت دراز تر گفتم
چنانچہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

آپ نے الزام دیا ہے کہ ہم نے یہ مضمون آپ پر رعب ڈالنے کیلئے لکھا ہے مگر ہم نے تو صرف احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے لکھا تھا مگر آپ خواہ مخواہ شکایتیں کر رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے آپ خود بخود مرعوب ہو رہے ہیں، اسی لئے تو آپ نے شکایت کی ہے لہٰذا ہم آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ ہمارا مقصد آپ کو ڈرانا نہیں بلکہ سیدھے راستے پر لانا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

آپ دوبارہ اپنے دل سے ہر قسم کا خوف و ہراس نکال کر غور و فکر سے اس رسالے کا مطالعہ کریں کہ واقعۃً صحیح جواب اور نقض باصواب ہے اور جو آپ نے لکھا ہے، اکثر کا جواب پہلے ہی اس میں موجود ہے مگر کیا کریں۔

تہی داستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

دراصل آپ کا اصل مضمون سے اعراض کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اسے سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور اب جو آپ نے لکھا ہے یہ بادل نخواستہ لکھا ہے اس لئے کہ آپ نے اس رسالہ میں خود لکھا ہے کہ (یا یہ کہیں کہ عبارت غلط ہو گی) آپ انصاف سے کہیں کہ کیا بموجب حدیث:۔

والاثم ماحاک فی صدرک (اخرجہ مسلم)

آپ کو اپنا ضمیر بھی تو حق کے چھپانے اور باطل کی مدد کرنے پر ملامت کرتا ہوگا؟۔

آپ نے یہ بھی شکایت کی ہے کہ ''ہم امام صاحب کی توہین کرتے ہیں''۔

یہ بالکل غلط ہے' امام صاحب کے بارے میں کچھ کہنے کی ہمارے مذہب میں اجازت نہیں ہے مگر ان کے اجتہاد پر تنقید اور ان کے مسلک پر اعتراض کرنا ہر کسی کا حق ہے۔

مامن احد الاوماخوذ من کلامه ومردود الا رسول الله ﷺ.

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے کلام کے علاوہ ہر شخص کے قول کو چھوڑا بھی جا سکتا ہے اور قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔

کن مجہول انسانوں سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ امام صاحب کی تحقیر کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کون ایسا اہلحدیث ہے جو اس طرح کہے گا؟

آپ کسی ایک ذمہ دار انسان کا نام تو لیں جس سے آپ نے سنا ہو؟

''من حدث بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين'' (مسلم)

جس نے کوئی ایسی حدیث بیان کی جسے جھوٹ سمجھا جائے تو بیان کرنے والا ان جھوٹوں میں سے ایک ہے اس لئے یہ چیز ملحوظ خاطر رہے۔

ہر وہ انسان جو صحیح معنی میں اہلحدیث ہے وہ کسی کو بھی برے الفاظ کہنے کا قائل نہیں ہوتا ورنہ اس کو خطا کار سمجھا جائے گا' توہین تو آپ کے گھر سے شروع ہوئی ہے جیسا کہ آپ کی کتابوں میں ہے کہ۔

قرآن مجید کو نکسیر سے لکھنا' پیشاب سے لکھنا' قرآن مجید کو فقہ سے کم مرتبہ دینا' بلکہ عورت کے اعضاء کو اس سے زیادہ مرتبہ دینا وغیرہ وغیرہ۔

یہ کن کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے؟ جیسا کہ مذکورہ رسالے میں گزر چکا ہے۔ آپ کی درمختار (علی الهامش الشامی ۱:۵۶۱) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے نیز ایسا شخص آپ کے ہاں کافر بھی نہ ہوگا جیسا کہ درمختار کے اسی صفحہ پر ہے۔

لا یکفر بها حتی الخوارج الذین یستحلون دمائنا واموالنا وسب الرسول.

"یعنی کافر نہیں ہوگا اور خارجی لوگ بھی کافر نہیں ہیں جو ہمارے خون اور مال اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا حلال جانتے ہیں"۔

اور عالمگیری میں قرآن کریم کے اوپر پاؤں رکھنے کے متعلق بھی ذرا دیکھیں:۔

رجل وضع رجله علی المصحف ان کان علی وجه الاستخفاف یکفر والا فلا (۵:۳۲۲ مطبوعه مصر)

" اگر کوئی آدمی قرآن مجید پر پاؤں توہین کے خیال سے رکھے گا تو وہ کافر ہوگا اور بغیر توہین کے رکھنے والا کافر نہ ہوگا"۔

کیا خود پاؤں رکھنا قرآن کریم کی توہین نہیں ہے؟

اسی طرح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات پر زنا کی تہمت لگانے والا بھی کافر نہیں ہوگا جیسا کہ مسئلہ نمبر ے کی بحث میں آئے گا۔

خلفاء راشدین کے صحابی ہونے کا منکر بھی کافر نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱۶ میں آئے گا۔ درمختار میں ہے کہ نبی ﷺ کو (گرگویم زبان سوزد) گالیاں دینے سے بھی ذمی کا ذمہ نہیں ٹوٹتا بلکہ باقی رہتا ہے اور عبارت اس طرح ہے:۔

ولا ینتقض عهده ...... بالزنا بمسلمة وقتل مسلم وافتان مسلم عن دینه وقطع الطریق وسب النبی ﷺ (درمختار ۳:۴۲۸)

"کسی مسلمان عورت سے زنا کرنے، مسلمان مرد کو قتل کرنے، مسلمان کو اپنے دین سے مرتد کرنے، ڈاکہ ڈالنے اور نبی ﷺ کو گالی دینے سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا"۔

اور اسی طرح "خزانة الروایة باب فی نقض عهد للذمی" میں ہے کہ:۔

وفی الکنز ولا ینقض عهده بالاباء عن الجزیة والزنا بمسلمة وقتال مسلم وسب النبی ﷺ.

''کنز الدقائق میں ہے کہ جزیہ دینے سے انکار کرنے' مسلمان عورت سے زنا کرنے' مسلمان مرد کو قتل کرنے اور نبی ﷺ کو گالی دینے سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا''۔

آپ نے مولوی احمد علی کے متعلق لکھا ہے کہ'' وہ مولوی داؤد کے پیچھے نماز پڑھتا ہے''۔ایسے واقعات اس کے برعکس بھی آپ کو ملیں گے' لیکن اہلحدیث کے مذہب میں تعصب نہیں ہے۔

لیس منامن مات علي العصبية (مشکوٰۃ)

جو عصبیت کی موت مرا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ہمارے دستور کا فقرہ ہے کہ تعصب بھی آپ جناب کے گھر سے ہی ملے گا۔

خود علامہ عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البهية فی تراجم الحنفية میں بہت سارے احناف کے متعصب ہونے کی تصریح کی ہے چنانچہ ص ۳۳ طحاوی کے ترجمے میں لکھتے ہیں:۔

سلک فيه (يعني معاني الآثار) مسلک الانصاف وتجنب عن طريق الاعتساف الا في بعض المواضع قد عزل النظر فيها عن التحقيق وسلک مسلک الجدل والخلاف الغير الانيق كما بسطه في تضانيفه في الفقه.

''علامہ طحاوی نے معانی الآثار میں انصاف کا راستہ اپنایا ہے اور تعصب والے راستے کو چھوڑنے کی کوشش کی ہے مگر بعض مقامات پر تحقیق اور انصاف سے ہٹ کر نزاع اور اختلاف کا راستہ اختیار کیا ہے جیسا کہ میں نے ان کی تصانیف میں (بطور حاشیہ وغیرہ) کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ص:۳۵ میں ابو منصور الاستوائی کے ترجمے میں لکھتے ہیں:۔

تعصب بآخره في المذهب من ادى الى ايحاش العلماء واغراء الطوائف فلعنوه علي المنابر حتي ابطله نظام الملک املي مجالس وكان يقال له شيخ الاسلام.

''اس نے اپنی آخری عمر میں مذہبی تعصب سے کام لے کر علماء کے خلاف نفرت پیدا کی اور

لوگوں کو گمراہ کرنے کا راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ لوگوں نے منبروں پر کھڑے ہو کر اس پر لعن طعن شروع کر دی تو پھر اس سلسلے کو نظام الملک نے ختم کیا"۔

ص: ۵۰ پر امیر کاتب کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ:۔

كان راسا في الحنفية بارعا في الفقه واللغة والعربية كثير الاعجاب بنفسه شديد التعصب علي من خالفه بدل عليه كلماته الواقعة في تصانيفه ...... شديد التعصب في مذهبه يبسط اللسان على مخالفه.

"علماء احناف کا قائد، فقہ اور عربی زبان کا ماہر، اپنے آپ کو فخریہ انداز میں پیش کرنے والا، مخالفین کے خلاف سخت متعصب، اپنی کتابوں میں حقیقی الفاظوں کو تبدیل کرنے والا اور اپنے مذہب کے متعلق سخت تعصب سے کام لینے والا اور مخالفین سے زبان درازی کرنے والا تھا"۔

ص: ۸۹ میں عبدالرحمٰن بن علی التفھنی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

كان حسن العشرة كثير العصبية لاصحابه.

"اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح پیش آنے والا اور بڑا متعصب انسان تھا"۔

ص: ۱۱۳ میں ابوالقاسم العکبری کیلئے لکھتے ہیں:۔

كان متعصبا لابى حنيفة.

"ابوحنیفہ کے معاملہ میں بہت متعصب تھے"۔

صفحہ ۱۱۸ میں علی بن بلبان الفارسی کیلئے لکھتے ہیں کہ:۔

ويتعصب لمذهبه.

"اپنے مذہب کیلئے تعصب رکھتا تھا"۔

ص: ۱۵۲ میں عیسیٰ بن سیف الدین کیلئے لکھتے ہیں:۔

كان متغاليا في التعصب لمذهب ابي حنيفة قال له والده يوما كيف اخترت مذهب ابي حنيفة واهلك كلهم شافعية فقال اترغبون عن ان

یکون فیکم رجل واحد مسلم.

''ابوحنیفہ کے مذہب کے متعلق بہت غلو سے کام لیتا تھا۔ اس کے والد نے اس کو کہا کہ تو نے ابوحنیفہ کا مذہب کیسے اختیار کیا۔ باقی سب گھر والے تو شافعی مذہب کے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم میں ایک انسان مسلمان بھی ہو؟''۔

اس بزرگ کے مطابق شافعی بلکہ سب غیر حنفی غیر مسلم ہیں۔ یہ عجیب ادب واحترام کی مثال ہے۔

اور ص ۱۸۱ میں شیخ کمال الدین ابن الھمام کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

وقد سلک فی اکثر تصانیفه لا سیما في فتح القدیر مسلک الانصاف متجنبا عن التعصب المذهبي والاعتساف الا ماشاء الله.

''اپنی اکثر کتابوں خاص کر فتح القدیر میں مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے بچتے ہوئے انصاف کا راستہ اختیار کیا ہے۔ الا ماشاء الله''.

ص:۱۰۸ میں احناف کے سرخیل علامہ بدرالدین العینی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ولو لم یکن فیه رائحة التعصب المذهبي لکان اجود واجود.

''اگر اس میں مذہبی تعصب کی بو نہ ہوتی تو بہت اچھا انسان ہوتا''۔

اسی طرح آپ تعصب کی گرم گرم مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ لکھنوی' النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر ص:۵ پر لکھتے ہیں کہ:۔

قال بحر العلوم الکهنوی فی شرح تحریر الاصول: اعلم ان بعض المتعصبین قالوا اختتم الاجتهاد المطلق علي الائمة الاربعة ولم یوجد مجتهد مطلق بعدهم والاجتهاد في المذهب اختتم علي العلامة النسفي صاحب الکنز ولم یوجد مجتهد في المذهب وهذا غلط ورجم بالغیب فان سئل من این علمتم هذا؟ لا یقدرون علي ابداء دلیل اصلا ثم هو تحکم علي قدرة الله تعالي فمن این یحصل علم ان لا یوجد الي یوم

القيامة احد يتفضل الله عليه بمقام الاجتهاد فاجتنب عن مثل هذه التعصبات.

''بحرالعلوم علامہ لکھنوی شرح تحریرالاصول میں فرماتے ہیں کہ بعض متعصب علماء نے یہ کہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ چار اماموں پر ختم ہو گیا ہے' ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ حنفی مذہب میں اجتہاد کنز کے مصنف علامہ نسفی پر ختم ہے اور اب مذہب کا کوئی مجتہد نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے اور اندھیرے میں تیر چلانا ہے اور اگر ان کو یہ کہا جائے کہ یہ بات آپ نے کہاں سے معلوم کی ہے؟ تو اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اپنا حکم چلانا ہے۔ آخر ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ قیامت تک ایسا کوئی دوسرا انسان پیدا نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اجتہاد کے منصب پر فائز کرے گا؟ اس قسم کے تعصب سے بچنے کی ضرورت ہے''۔

نیز ص:۱۸ پر رقمطراز ہے کہ:

فطائفة قد تعصبوا في الحنفية تعصبا شديدا والتزموا بما في الفتاوى التزاما شديدا وان وجدوا حديثا صحيحا او اثرا صريحا على خلافه وزعموا انه لو كان هذا الحديث صحيحا لاخذ به صاحب المذهب ولم يحكم بخلافه.

''ایک گروہ نے حنفیت کے متعلق بڑے تعصب سے کام لیتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں حنفیت کی سخت پابندی کی ہے اگر چہ اس کے خلاف صحیح حدیث یا اثر بھی کیوں نہ ہو اور اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو مذہب کا امام ''ابوحنیفہ'' اس کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ دیتا۔

ان دونوں بزرگوں کے اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اجتہاد پر ناراض ہونا' حسد کرنا' اجتہاد سے منع کرنا اور اس کے بند ہونے کا دعویٰ کرنا یہ سب مذہبی تعصب ہے اور فتاویٰ کی کتابوں پر گھٹنے ٹیک لینا اور حدیث کی کتابوں کی پرواہ نہ کرنا بھی تعصب کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو امن اور سلامتی میں رکھے۔

نیز لکھنوی صاحب نے الفوائد البھیة میں بعض احناف کے تعصب کی مثالیں بھی لکھی ہیں۔ چنانچہ ص:٦ پر لکھتے ہیں:۔

واما قول بعض المجهولين والمتعصبين ان عيسى والمهدى يقلدان الامام ابا حنيفة و لا يخالفانه في شيء من طريقه . الخ

''باقی یہ بات جو بعض جاہل اور متعصبن احناف نے کہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں گے اور ان کے مذہب کی کسی مسئلے میں بھی مخالفت نہیں کریں گے''۔

اور ص:١١٦ میں ہے کہ:۔

وإلى الله المشتكى من جهلة زماننا حيث يطعنون على من ترك تقليد امامه في مسئلة واحدة لقوة دليلها. الخ

''ہمارے زمانے کے بعض جاہل لوگ جو طعنہ زنی کرتے ہیں' ان لوگوں پر جو قوت دلیل کو دیکھ کر تقلید چھوڑ دیتے ہیں تو ان کے متعلق اللہ کے ہاں ہی ہم شکوہ کرتے ہیں''۔

ص:٢٢٠ میں ناصر الدین سمرقندی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

وكان يبسط لسانه في حق الائمة والعلماء.

''ائمہ دین اور علماء کے متعلق زبان درازی کیا کرتا تھا''۔

مولانا صاحب! یہ شخص تو وہ ہے جس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ:۔

عظيم القدر قوي العلم اوحد اوانه في الادب مجتهد زمانه له تصنيفات كثيرة المنافع.

''بڑے مرتبے والا' علم میں طاقتور' اپنے وقت کا بے مثال ادیب' اپنے زمانے کا مجتہد' بہت سی مفید کتابوں کا مصنف''۔

پھر جو حنفی مذہب میں امامت اور اجتہاد کے منصب پر فائز ہو اس کی زبان ائمہ اور علماء کے بارے میں اس طرح کھلی ہوئی ہو تو عام احناف کا کیا حال ہوگا؟

آپ نے تو بعض عوام پر الزام لگایا ہے مگر ہمارے پاس تو ثقہ ار معتبر ذرائع سے خبر پہنچی ہے کہ آپ کے وقت کے علماء نے اہلحدیث کو خنزیر جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اگر آپ کو اس کی بھی تحقیق چاہیئے تو ہم ان شاء اللہ یہ بات بھی ثابت کر دیں گے۔

پھر ص:۱۷۱ پر محمد بن شجاع الثلجی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

برع فی العلم و کان فقیه العراق في وقته و المقدم في الفقه.

''علم کے ماہر اور عراق میں اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ تھے''۔

پھر لکھتے ہیں:۔

قال زکریا بن محمد الساجي کان کذابا احتال في ابطال حدیث رسول الله ﷺ نصرة لا بي حنیفة.

''زکریا بن ساجی کہتا ہے کہ محمد بن شجاع جھوٹا انسان تھا اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی نصرت اور تائید میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں باطل تحریف کرتا تھا''۔

تعصب کیلئے ایسی اور کیا قبیح مثال ہوگی کہ اپنے امام کے مذہب کو بچانے کیلئے نبی ﷺ کی حدیث کو باطل بنا دیا جائے اور وہ بھی ایسا شخص جو پورے عراق کا فقیہ ہو اور وقت کے فقہیوں پر مقدم بھی ہو اور امام صاحب کے شاگردوں کا شاگرد ہو تو پھر آپ لوگوں نے تو نہ معلوم کیا حشر مچا رکھا ہوگا۔

بہ	نیم	بیضہ	سلطان	ستم	روادارد
زنند	شکر	یانش	ہزار	مرغ بہ	سیخ

ص:۱۷۶ میں محمد بن عبدالستار الکردری کیلئے لکھتے ہیں کہ:۔

بسط الکلام في بعض مواضعها بالشناعة علي الامام الشافعي و اتباعه.

''بعض مقامات پر امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف بدکلامی کی ہے''۔

آخر تقلید مذہبی کی یہی شان ہے کہ جو:۔

یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ (الحدیث)

نیز لکھنوی صاحب **الفوائد البھیة** کے حاشیہ **التعلیقات السنیة : ۲۴** میں لکھتے ہیں کہ:۔

وما فی بعض الفتاوی انہ یجوز للشافعي ان یکون حنفیا ولا یجوز بالعکس فتعصب لائح وتشدد واضح لا یلتفت الیہ.

"بعض فتاویٰ میں ہے کہ شافعی تو حنفی ہوسکتا ہے لیکن حنفی کیلئے جائز نہیں کہ وہ شافعی ہو جائے یہ سخت تعصب اور واضح تشدد ہے جس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے"۔

ثابت ہوا کہ آپ کے فتاویٰ کی کتابوں میں بھی تعصب بھرا ہوا ہے۔ تعصب تو آپ کے گھر میں بھی موجود ہے پھر دوسروں کو مورد الزام کیوں ٹھہراتے ہو۔ کچھ اللہ سے ڈرو' یہ فقہاء کی بے عزتی نہیں کہ ان کی غلطیوں کی نشاندھی کی جائے اور نہ ان پر **لعن آخر ھذہ الامة اولھا** چسپاں کیا جاسکتا ہے۔

لکھنوی صاحب نے بھی وہ افراد پیش کئے جنہوں نے اپنے سے پہلے لوگوں پر بدکلامی کی ہے۔ بڑی بے عزتی تو یہ ہے کہ کتابوں کی طرف غلط نسبتیں کی جائیں' جیسا کہ آپ نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ **کما سیاتی** ۔ہم نے تو ایک عبارت بھی جھوٹی نہیں لکھی۔ آپ اللہ کو گواہ بنا کر جواب دیں کہ آپ کی کتابوں میں پیشاب اور خون سے قرآن لکھنے کی اجازت نہیں؟ کیا ماں' بہن' بیٹی غرض ہر محرم عورت سے وطی کرنے پر حد معاف نہیں؟ کیا نماز میں عورت کے اعضاء کو دیکھنے کی اجازت نہیں؟ کیا اپنے آپ سے وطی کرنے کا ذکر نہیں؟ عورت کا دیوار پر پیشاب کرانا یا اس کے اندر مرغی کا انڈہ داخل کر کے بکارت وعدم بکارت معلوم کرنے جیسا منحوس فلسفہ آپ کی کتابوں میں موجود نہیں؟ اور پھر روزے دار پر مردہ انسان یا جانور سے وطی کرنے پر کفارہ معاف نہیں؟ اور پھر کیا خوبصورت عورت والے کو امام بنانے کا حکم نہیں؟ اور کیا پلیدگی کو چاٹ کر پاک

کرنے کی اجازت نہیں؟...... اللہ کے واسطے جواب دیں، یہ جو حوالہ جات ہم نے رسالہ "التفصیل" میں لکھے ہیں کیا ان کتابوں میں نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں بلکہ ضرور موجود ہیں تو پھر آپ کیسے ان کو بے جا حملے کہتے ہیں؟ اور ان کو " لعن آخر هذه الامة اولها" کا مصداق بناتے ہیں۔ آپ کو حق تھا کہ آپ ان عبارتوں کی حسب سابق تاویلیں کرتے مگر پہلی تاویل نے ہی آئندہ کیلئے دروازے بند کر دیئے۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

اگر آپ ان کی صحیح تاویل پیش کرنے سے قاصر تھے تو پھر آپ اپنے مذہب سے رجوع کر کے اہلحدیث ہو جاتے جیسا کہ آپ کا لکھا ہوا معاہدہ آپ کے دستخطوں کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے۔

قال: المرأ يؤخذ باقراره.

"اہل حق کیلئے اس طرح جائز نہیں ہے"۔

اب سب معاہدوں سے تجاوز کر کے آپ نے جو نواب صاحب کے حوالے سے دو عبارتیں لکھی ہیں، ہمیں افسوس ہے شاید کہ آپ نے ہمارا رسالہ پڑھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ اس میں آپ کے طویل الزامات کا قطعی جواب موجود ہے بلکہ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ:۔

"کسی کی بھی کتاب ہمارے مسلمات میں سے نہیں ہے"۔

پھر دوسروں کی کتابوں کے نام لینا سراسر غلط طریقہ ہے جبکہ قرآن وحدیث کے علاوہ ہمارا کوئی دستور نہیں ہے، نہ مذہبی کتاب، نہ کوئی فتاویٰ یا کوئی دین اور نہ کوئی دوسرا عمل کرنے کا طریقہ۔

پھر دوسری کتابیں آپ کیوں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں؟۔

ہاں البتہ فقہ حنفی کی کتابیں آپ کی مذہبی کتابیں ہیں جن پر آپ کا عمل بھی ہے اور آپ کے لئے سند بھی اور آپ ان پر مذہبی فتوے بھی دیتے ہیں۔ پھر آپ کے مخالفین کو یہ حق حاصل ہے کہ بیشک وہ ان کتابوں پر تنقید کریں اور ان کی قابل اعتراض عبارات سے آپ کے مذہب کو مطعون کریں، اب آپ کو بھی چاہئے کہ آپ بھی ہماری طرح ان کتابوں سے مطلق بیزاری کا اعلان

کریں اور یہ کہیں کہ ہم حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کتابیں قابل اتباع ہیں، نہ ہی ان پر ہمارا فتویٰ ہے اور نہ ہی ان کو ہم اپنی مذہبی کتابیں سمجھتے ہیں بلکہ ہماری مذہبی کتاب فقط قرآن و حدیث ہے اس صورت میں معاملہ درست ہوسکتا ہے اور اصلاح بھی ہوسکتی ہے مگر جب تک آپ کا ان کتب (فقہ حنفی) پر ایمان ہے اور ان کو قابل اتباع سمجھتے ہیں اور انہی پر آپ کا فتویٰ ہے اور عمل ہے تب تک تو آپ کے مخالفین ان پر تنقید سے باز نہیں آئیں گے اس لئے کہ عوام کو یہ کتابیں پڑھا کر پکا کر دیا گیا ہے کہ یہی دین کی کتابیں ہیں اور یہی عین شریعت ہیں۔ ان میں ہی حق وصواب موجود ہے۔ (جن کی چند مثالیں پیش کی گئیں) پھر کیوں نہ لوگوں کو خبردار کیا جائے کہ جن کو آپ دینی کتابیں کہتے ہیں ان میں یہ خوبیاں موجود ہیں۔

برعکس نام زنگی را بہ نہند کافور

ہمارا اصول

آپ کو دوبارہ اپنے اصول بتانا چاہوں گا۔ ہم سوائے قرآن وحدیث کے کسی دوسرے کے قول (غیر نبی چاہے کوئی بھی ہو) کو نہ سند سمجھتے ہیں اور نہ حق مانتے ہیں اور نہ واجب الاتباع جانتے ہیں اور نہ ہی اس وقت تک اس کو قبول کرتے ہیں جب تک قرآن وحدیث سے موافق نہ ہو، ہم ہر ایک قول کو چاہے مقلد کا ہو یا غیر مقلد کا' اول اس کو کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں پھر قبول کرتے ہیں۔ ہم کسی بھی فقیہ کو دین کیلئے سند نہیں مانتے' پھر ہم پر اعتراض کرنا کہ یہ فلاں کا قول ہے یا فلاں نے اس طرح لکھا ہے۔ یہ تو اُوٹ پٹانگ مارنا ہے۔

کسی بھی اہلحدیث نے یہ نہیں کہا کہ فلاں امام یا مجتہد یا اہلحدیث عالم کی کتاب علی الاطلاق معتبر ہے۔ کتاب وسنت دیکھے بغیر اس پر عمل بھی کریں اور فتویٰ بھی دیں۔ اگر کوئی اس طرح کہے گا تو وہ اہلحدیث نہیں ہے۔ آپ نے اس قسم کی عبارتیں نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کیا ہے اور انتقام لینے کی غرض سے عبارات لکھنے کی تکلیف اٹھائی ہے مگر نہ تو یہ انتقام ہے اور نہ ہی کسی چیز کا بدلہ ہے بلکہ بظاہر

شکست کو قبول کرنا ہے اس لئے آپ نے عبارتیں نقل کرتے ہوئے اس طرح بھی لکھا ہے کہ:۔

"ایں گناہ است کہ در شہر شما نیز کنند"

اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے قبول کر لیا ہے کہ واقعتاً یہ عبارتیں آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ اعتراض وتنقید کے قابل ہیں۔ ہاں اگر آپ کو ہم سے انتقام لینا ہے تو ہمارے مُسلّم اصولوں پر اعتراض کریں۔ آپ کی نظروں میں کوئی آیت یا حدیث قابل اعتراض ہے، تو اس کو پیش کریں۔ پھر انتقام کا پتہ چلے گا۔ باقی اس طرح تو کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو راہِ فرار اختیار کرنا ہے۔

مولانا صاحب! نواب صاحب ہمارے امام نہیں ہیں یہ آپ نے بہتان لگایا ہے کہ یہ اہلحدیثوں کا امام ہے۔

خبردار! اہلحدیثوں کا دوسرا کوئی بھی امام نہیں ہے فقط ایک ہی امام اعظم، قائد اعظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

اگر آپ کو کسی ایک جملہ نبوی ﷺ پر بھی اعتراض ہے تو صد بار پیش کریں۔ اسی طرح آپ انتقام لے کر اپنا سینہ ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ ہمارا اعتراض فقہ پر اس لئے ہے کہ آپ نے اس کو ہمارے امام محمد رسول اللہ ﷺ کے دستور کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے، اس لئے ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کے دین کے مقابلے میں جس فقہ کو آپ پڑھاتے ہیں اور عمل کراتے ہیں، اس میں بھی اس طرح کے فضیلت والے احکام موجود ہیں۔

اگر آپ کو اس بات پر ناراضگی ہوئی ہے یا کوئی صدمہ پہنچا ہے تو آپ ہمارے امام ﷺ کے کسی قول یا فعل پر اعتراض کر کے دلِ مضطرب کو سکون دے دیں، دوسروں کے اقوال کے ذریعہ آپ ہمیں نشانہ نہیں بنا سکتے اس لئے کہ ہمارا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی امام نہیں ہے۔

ہمت ہے تو اعتراض کریں ؟

آپ اس طرح میدان میں آئیں کہ جس طرح ہم نے آپ کی کتابوں اور مقتداؤں پر اعتراض کیئے ہیں آپ بھی (اگر جواب نہیں دیتے اور قابلِ اعتراض مذہب کو بھی نہیں چھوڑتے) تو ہمارے امام اور مقتدا ﷺ پر اعتراض کریں پھر ہم بھی سمجھیں گے کہ ہمارے مذہب پر اعتراض ہوا ہے اور ہمارے امام پر حملہ ہوا ہے اس لئے جواب دینا چاہئے' مگر کیا کریں نہ ہماری کتاب پر اعتراض' نہ دین پر اور نہ ہی ہمارے امام پر......

مولانا صاحب! اس طرح دوسروں میں چھپ کر آپ اپنی جان نہیں چھڑا سکتے. بلکہ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر دوسروں کے دامن میں ہاتھ ڈالا ہے اور احادیث کے عوض دوسروں کے اقوال کو مشعل راہ بنایا ہے اور ان کے فتاویٰ پر ایسا جمود اختیار کیا ہے جس کی وجہ سے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کیلئے اور فقہ کو بچانے کیلئے احادیث کی تاویل کرتے ہیں بلکہ آپ کسی بھی آیات اور احادیث میں تغیر و تبدل سے بھی نہیں ٹلتے جیسا کہ علماء دیو بند کے رئیس علامہ محمود الحسن صاحب المعروف بشیخ الہند نے قرآن مجید میں اپنی طرف سے آیت میں اضافہ کیا ہے لکھتے ہیں:۔

ارشاد ہوا:۔

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم.

مولانا صاحب! اللہ کیلئے قرآن کھول کر دیکھیں' حفاظ کرام سے پوچھیں کہ شیخ الہند صاحب کی پیش کردہ آیت کس سورت اور کس پارے میں ہے' اس قرآن میں ہے یا کسی دوسرے قرآن میں؟ شاید کہ دیو بند میں اترے ہوئے قرآن میں ہو!! باقی اس قرآن میں تو نہیں ہے۔ دوسری مثال سنیں۔ آپ کے مایہ ناز عالم علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ: ص ۱۱۱ میں اعمال کو ایمان سے خارج ثابت کرنے کیلئے دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"من يؤمن بالله فيعمل صالحا" میں حرف تعقیب آیا ہے' جس سے بحث کا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے"۔

یہ آیت بھی اس قرآن میں نہیں ہے۔اس کے علاوہ دوسری مثالیں بھی ہیں مگر دو بڑی ہستیوں کے ذکر خیر پر اکتفا کرتے ہیں۔حدیث کے متعلق بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً ملتان سے شائع ہونے والا رسالہ "سیوف المقلدین" نظر سے گزرا جس میں صحیح مسلم کی حدیث "مالی اراكم رافعي ايديكم كاذناب خيل شمس میں "عند الركوع والرفع منه" کے الفاظ بڑھائے ہوئے ہیں حالانکہ صحیح مسلم کی کسی کتاب یا باب میں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔اسی طرح سنن دار قطنی ص:۱۲۱ میں ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:۔

فلا يقرأن احد منكم شيئا من القرآن اذا جهرت بالقراءة الا بام القرآن هذا اسناد حسن ورجاله ثقات كلهم.

"جب میں اونچی آواز قرات کروں تو تم میں سے کوئی بھی قرآن میں سے فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے"۔

یہ روایت فاتحہ خلف الامام پڑھنے کیلئے صریح نص ہے مگر علامہ احمد علی سہارنپوری اپنے رسالہ "الدلیل القوی" جو کہ قراۃ خلف الامام کی ممانعت میں لکھا ہے اس میں یہ روایت جملہ "الا بام القرآن" حذف کر کے درج کی ہے اور فاتحہ نہ پڑھنے کیلئے اس سے استدلال کیا ہے۔ایسی بہت سی مثالیں ہیں' بلکہ خود ہدایہ شریف کھولیں جس کیلئے کہا گیا ہے کہ:۔

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما مضى قبلها في الشرع من كتب

بیشک ہدایہ قرآن کی مانند ہے اس نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔

اس میں کئی ایسی روایتیں ملیں گی جن کا وجود ہی نہیں ہے۔اگر یقین نہیں تو اپنے قابل فخر علامہ جمال الدین زیلعی کی کتاب "نصب الرایۃ" کھول کر دیکھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحب ہدایہ نے احادیث نقل کرنے میں کتنی سینہ زوری کی ہے۔

خود مولوی عبدالحی لکھنوی نے مقدمہ ہدایہ میں کئی جگہیں ذکر کی ہیں جہاں ہدایہ والے نے احادیث پر ہاتھ صاف کئے ہیں بلکہ احادیث میں تحریف اور ہاتھ کی صفائی دکھانے میں آپ کے فقہاء اس حد تک پہنچے ہیں کہ خود حنفی علماء کا بھی ان پر اعتبار نہیں رہا' نہ ہی ان کی لکھی ہوئی احادیث پر بھروسہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کے رکن رکین علامہ ملا علی قاری موضوعات کبیر ص ۴۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں لکھتے ہیں:۔

لا عبرة بنقل النهاية ولا بقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوا الحديث الي احد من المخرجين.

''نہایۃ اور ہدایہ کے دیگر شارحین کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ یہ محدث نہ تھے اور نہ ہی ان احادیث کی سند محدثین تک متصل ہے''۔

علامہ لکھنوی مقدمہ عمدۃ الرعایۃ :۱۳ مطبوعہ یوسفی میں لکھتے ہیں کہ:

ان الكتب الفقهية وان كانت معتبرة في نفسها بحسب المسائل الفرعية وكان مصنفوها ايضا من المعتبرين والفقهاء الكاملين لا يعتمد علي الاحاديث المنقولة فيها اعتمادا كليا ولا يجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت في الكتب المعتبرة وهي موضوعة ومختلقة.

''فقہ کی کتابیں اگرچہ فروعی مسائل کے لحاظ سے اعتبار کے لائق ہیں اور ان کے مصنفین معتبر اور کامل فقیہ تھے لیکن جو انہوں نے احادیث نقل کی ہیں ان پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور ان کی قوی اور قطعی ہونے کیلئے فقط یہی چیز کافی نہیں کہ یہ حدیث فقہ کی کتابوں میں ہے اس لئے کہ یہ وضعی اور خود ساختہ اور اختلافی ہیں''۔

یعنی فقہاء کی نقل کردہ احادیث پر کوئی بھی اعتبار نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محدث نہیں تھے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ محدث مفلس نہیں تھے بلکہ فقہاء تھے۔

ع آنچہ استاد ازل گفت ہمامے گویم

حنفی دوستو! جب آپ کی قرآن وحدیث سے اتنی ہاتھ کھچائی ہے تو کیا نبی کریم ﷺ سے اس سے زیادہ دشمنی بھی ہوسکتی ہے؟"قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر" پھر کیوں نہیں ظاہر ہوتے؟ چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ میدان میں آئیں اور دوسروں کو ہمارے منہ نہ لگائیں؟

جرأت ہے تو......

اہلحدیث کو صاف پکار کر کہیں کہ اگر آپ ہماری فقہ کی کتابوں پر تنقید کریں گے تو ہم بھی تمہاری کتابوں یعنی قرآن وحدیث پر تنقید کریں گے۔ اگر آپ ہمارے مقتداؤں کی غلطیاں پکڑیں گے تو ہم بھی تمہارے امام محمد ﷺ کی باتوں میں غلطیاں پکڑیں گے (معاذ اللہ)' اس طرح ہی مقابلہ کی صورت باقی رہ سکتی ہے۔

سامنے آ کے نئے نقش بنا' رنگ جما
اپنے فن سے کبھی فنکار نہیں کرتا ہے حذر

آپ کا یہ سوال بھی غلط ہے کہ آپ فقہاء کی غلطیوں کو پیش کرتے ہیں اہلحدیثوں کی غلطیوں کو کیوں ظاہر نہیں کرتے؟ اس لئے کہ اہلحدیث اپنے لکھے ہوئے کو مطلقاً کوئی بھی وزن نہیں دیتے۔

انما الاعتماد علی روایتہ لا علی رأیہ.

ہم کسی بھی کتاب کو قابل استناد نہیں مانتے۔ پھر کس چیز کی ضرورت ہے؟ بلکہ یہ کتابیں جن پر آپ کے دین کا دارومدار ہے اور ان کے ماننے والے ان کو معصوم عن الخطا اور ان پر اعتراض حرام سمجھتے ہیں اور ان کو عین دین نبوی کہتے ہیں تو پھر کیوں نہ ان پر تنقید کر کے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے۔ نیز آپ نے عبارت کو نقل کرتے ہوئے بڑی جرأت سے خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ عبارتیں تو بالکل موجود نہیں اور بعض کو نقل کرتے ہوئے دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔

ایضاً نواب وحید الزمان کی کتاب ''نزل الابرار'' آپ کے ہاتھ لگی ہے۔ اس میں سب مسائل اہلحدیث کے نہیں ہیں' اس میں تو احناف' شافعی' حنبلی بلکہ تمام کے مسائل موجود ہیں اور بہت سارے مسائل جو کہ احناف کے ہیں جن کو آپ نے اہلحدیث کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ظاہر ہو جائے گا۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا ویأتیک بالاخبار مالم تزود

نواب وحید الزماں پر الزامات کی اصل حقیقت

﴿ساس سے نکاح جائز ہے۔ الخ﴾:

"اقول لعنة الله علی الکاذبین" نزل الابرار میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے ایسا جواز پیدا ہو۔ یہ تو ظاہری افتراء اور بہتان ہے یا تو پھر آپ کسی جھوٹے ناقل کے نقل پر اعتبار کئے ہوئے ہیں۔

سنو! نزل الابرار ۲: ۲۰ (جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے) اس میں یہ عبارت ہے:۔

ویحرم ابدا بالمصاھرة اربع ثلاث بمجرد العقد الاولي زوجة ابیه وان علا والثانیة زوجة ابنه وان سفل والثالثة ام زوجته وان علت من نسب او رضاع وقیل لا محرم بمجرد العقد بل بالدخول بالبنت.

یہ عبارت بالکل صریح ہے کہ ساس یعنی بیوی کی ماں ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ عورت کے ساتھ فقط عقد نکاح ہونے سے اس کی ماں اس خاوند کیلئے ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ چاہے عورت سے وطی ہو یا نہ ہو۔ اتنی وضاحت کے ساتھ نواب صاحب نے اپنا مذہب بیان کیا ہے۔ اس سے آگے'' قیل'' سے کن کا خیال نقل کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ مجرد عقد سے نہیں بلکہ جس عورت سے نکاح کے بعد وطی کی گئی ہو اس کی ماں حرام ہے۔ یہ کہنے والا نہ تو نواب صاحب ہے اور نہ کوئی دوسرا اہلحدیث ہے بلکہ کوئی مجہول ہے۔ یہ نواب صاحب کا مذہب نہیں لہٰذا نواب صاحب کی طرف نسبت کرنا

جھوٹ معلوم ہوتا ہے بلکہ آپ کی کتابوں میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ محرمات سے نکاح کرنے والے پر حد نہیں ہے۔ " کما ذکرناہ فی رسالتنا التفصیل الجلیل" بلکہ قاضی خان ۴:۷ ۴۰ (کتاب الحدود) میں تو اس طرح ہے:۔

" وتزوج باخت امرأته او بامها او تزوج امراة لها زوج فجامعها وقال علمت انها علي حرام لا يجب الحد عند ابي حنيفة في هذه الوجوه كلها وان قال علمت انها علي حرام.........".

"اگر سالی یا ساس یا خاوند والی عورت سے نکاح کیا اور پھر اس سے وطی کی اور یہ بھی کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ عورت میرے لئے حلال نہیں تو اس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق کوئی حد نہیں"۔

مولانا صاحب! آپ ہی بتائیں کہ سالی یا ساس سے نکاح کی اجازت نواب صاحب نے دی ہے کہ قاضی خان نے؟ یہ فتویٰ اہلحدیث کا ہے یا حنفی مذہب کا؟ ذرا سوچ کر بتائیں کہ اگر اس طرح حد معاف ہوگئی تو لوگ کیا سمجھیں گے؟ قطع نظر اس بات سے کہ نواب صاحب کے نزدیک وہ نکاح صحیح ہے یا فاسد، مگر فتاویٰ عالمگیری ۲:۲۸۲ میں ہے کہ:۔

فلو تزوجها نكاحا فاسد الا تحرم عليه امها بمجرد العقد بل بالوطي.

"اگر عورت سے فاسد نکاح ہوا ہے تو ایسی صورت میں جب تک اس سے وطی نہ ہو تو اس کی ماں یعنی فاسد نکاح والے کی ساس سے نکاح حرام نہیں ہے"۔

اسی طرح شامی ۲:۲۸۶ میں بھی ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ یہ فتویٰ بھی نواب صاحب کا ہے یا آپ کے بزرگوں کا؟ دراصل نواب صاحب نے اس کی طرف اشارہ "قیل" سے کیا ہے؟ اگر یہ کسی اور کا قول نہیں ہے تو پھر آپ خود غور و فکر کریں، مزید وضاحت کیلئے فتاویٰ ثنائیہ ۲:۱۱۰ پر پڑھیں۔

(س) زید کی نکاح خوانی ایک کنواری لڑکی سے ہوئی۔ نکاح کے چند دنوں بعد لڑکی بیمار ہوگئی اور رسوم شادی کے بغیر غیر مدخولہ فوت ہوگئی یعنی ناکح سے ہم بستر ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گئی۔

اب اگر لڑکی مذکورہ کی ماں جو بیوہ ہے۔ زید موصوف کے ساتھ نکاح کرے تو از روئے قرآن و حدیث جائز ہے؟

(ج) زید کا اس کی منکوحہ غیر مدخولہ کی ماں سے نکاح جائز نہیں۔

" لقوله تعالیٰ : وامهات نساء كم ". یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہی فتویٰ اخبار اہلحدیث امرتسر میں ۳۰/۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ میں بھی موجود ہے۔

مسئلہ۲: ﴿غناء وغیرہ کا مسئلہ﴾

اقول: حقیقت یہ ہے کہ غناء کی حرمت وعدم حرمت کے متعلق تمام مذاہب کے علماء کے خیالات مختلف ہیں۔ نواب صاحب جواز کا کہتے ہیں مگر از راہ تحقیق اس میں ان کی غلطی ہے۔ محقق سب ناجائز کہتے ہیں چنانچہ اخبار اہلحدیث امرتسر مجریہ ۲۴ نومبر پہلی دسمبر ۱۹۳۴ء میں علامہ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ درج ہے۔

(س) ۲۳۲: ہماری برادری کے بعض لوگ شادیوں میں ڈھول بجاتے ہیں اور دلہن کے سر میں سندھور لگا کر شادی کرتے ہیں اور نکاح پڑھاتے ہیں ایسی شادیوں میں ڈھول وغیرہ بجتے ہیں اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں اور اس طعام ولیمہ میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں اور شادیوں میں ڈھول وغیرہ بجانا کیسا ہے جواب تحریر فرمائیں۔

جواب: ۲۳۲: ڈھول بجانا اور سندھور لگانا رسم کفار ہے۔ جائز کام میں ملنا جائز ہے ناجائز میں منع ہے۔

اور نواب صاحب نے یہ بھی آپ کی فقہ سے نقل کیا ہے۔

سنیں! امام محمد بن الحسن الشیبانی لکھتے ہیں (صحت یا عدم صحت ان کے سر پر ہے)

رجل دعی إلی ولیمة او طعام فوجد هناک لعبا او غناء فلا باس بان یقعد ویاکل قال ابو حنیفة رضی الله عنه ابتلیت بهذا مرة. (الجامع الصغیر للامام محمد: ۱۵۲)

یہی عبارت ہدایہ ص۴۵۵ اخیرین میں بھی موجود ہے' اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ "فصبرت" اب آپ بتائیں کہ نواب صاحب تو لغایتہ اجازت دیتے ہیں مگر امام الاحناف تو

صبر کر کے ڈھول بجنے والی مجلس میں بیٹھ کر کھانے میں بھی شریک ہوئے۔آپ کو نواب صاحب کے قول پر افسوس ہوا ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ''اللہ جانے کیا حشر ہوگا''۔

حالانکہ نواب صاحب کے اس قول پر کبھی کسی اہلحدیث نے فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ اہلحدیث تو فقط حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہمارا دعویٰ نہیں ہے کہ فلاں عالم کی لکھی ہوئی کتاب خطا سے پاک ہے۔آپ بھی بتائیں کہ آپ کے مذہب کا کیا حشر ہوگا جس کے بانی (بقول تلمیذہ و بعض کبراء مذهبه كصاحب الهداية) ڈھول والی مجلس میں بیٹھ کر دعوت وغیرہ کھاتے ہوں۔

مولانا صاحب! گواہی کا مسئلہ بھی اس پر متفرع ہے جبکہ نواب صاحب ناجائز نہیں کہتے اس لئے تو شادی کو معتبر کہتے ہیں مگر آپ تو بتائیں کہ جو ڈھول ڈھمکے کا کھانا کھا کر ڈھول والی مجلس میں شریک ہو اس کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

میرے پہلو سے گیا پالا ستمگر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

آپ کی کتاب " خزانة الرواية فصل فی لواحق الضیافة " میں ہے کہ فعلي هذا حرمة التغني وغيره تكون مقيدة باللهو فلا يكون بغير اللهو لغرض الدين كما في العرس والوليمة واستعداد الغزاة والقافلة والحصول رقة قلوب عباد الله المرضية عند الله لا يكون حراما على مذهب الحنفية...... فما ورد من الحرمة المطلق فمحول علي المقيد علي قضية حمل المطلق علي المقيد هكذا سمع من العلماء المحققين.

مولانا صاحب! اب تو آپ کی بھی جان چھوٹ گئی۔شادی بیاہ میں حنفی مذہب کے مطابق ڈھول وغیرہ بجانا حلال ہے اور یہی محققین احناف کی تحقیق ہے۔

مسئلہ۳: ﴿طہارت جامہ کے متعلق آپ نے نواب صدیق حسن خان کی کتاب ''الدین الخالص'' کا حوالہ دیا مگر آپ نے عبارت نہیں لکھی﴾:

اور یہ کتاب اس وقت ہمارے پاس موجود نہیں' بغیر دیکھے ہم اس کو کیسے تسلیم کریں۔ بہر حال آپ نواب صاحب پر غصے ہوئے ہیں کہ '' طہارۃ الثوب'' کو صحۃ الصلاۃ کیلئے مشروط نہیں کہتے (اللہ ہی حقیقت حال کو جانتا ہے) اس لئے کہ یہ ایسی بڑی غلطی نہیں ہے کیونکہ عدم التشریط عدم الایجاب کو مستلزم نہیں ہے مگر ذرا اپنے گھر کو سنبھالیں آپ کے پاس اس کا حکم کس طرح ہے؟ سنیں! آپ کے پاس پلیدگی تو دو قسم کی ہے۔(۱) سخت پلیدگی (۲) ہلکی پلیدگی۔

پہلی قسم: مثلاً پیشاب' شراب' مرغی اور بطخ کا پاخانہ' خون' پیپ' حیض' نفاس' مردار جانور کا پیشاب وغیرہ وغیرہ۔ان کیلئے حکم ہے کہ اگر درہم کے برابر کپڑے پر لگا ہو تو اس میں نماز درست ہے۔

دوسری قسم: ہلکی پلیدگی۔مثلاً حلال جانوروں اور پرندوں کا پاخانہ' پیشاب ان کیلئے حکم ہے کہ اگر کپڑے کا چوتھا حصہ بھرا ہوا نہ ہو تو اس میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔دیکھئے ہدایہ' عالمگیری' درمختار' قاضی خان وغیرہ۔

اب ذرا ایمانداری سے بتائیں کہ اگر آپ کے ہاں کپڑے کی پاکیزگی نماز کیلئے شرط ہے تو پھر درہم جتنی جگہ پر پاخانہ' پیشاب' حیض' نفاس' خون' پیپ وغیرہ لگی ہو تو آپ اس میں نماز کیسے درست کہتے ہیں؟ ایسی مثالیں امام محمد کی جامع صغیر ص:۹ میں بھی موجود ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ نواب صاحب غلطی سے پاک ہیں' ہرگز نہیں!! بلکہ بات یہ ہے کہ ہم آپ کی طرح دوسروں کی کتابوں کو سند نہیں سمجھتے اس لئے ضروری ہے کہ جو آپ کی کتابوں میں عجائبات موجود ہیں ان کو مسلمانوں کی نصیحت کیلئے ظاہر کیا جائے۔اس مسئلے کے متعلق ہمارا مذہب ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ:۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر) لا تقبل صلاة بغير طهور (ترمذی)

مسئلہ ۴: ﴿بیوی کو افیون کھلانی واجب ہے﴾

اقول: مولانا صاحب یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے اور آپ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت نواب صاحب کی یہ ہے۔

اما الافیون والحشیش فلا یجب اعدادهما علي الزوج بالاتفاق ولو كانت لها عادة بهما وقيل يجب عليه اعداد الافيون لان الناس مختلفون في تحريم قليلها مالا يسكر وهي تستعمل دواء في اكثر الامراض فان كانت تاكلها برأي الطبيب الحاذق فيجب اعداده علي الزوج وهو الراجح (نزل الابرار ۲:۲۱۷)

اب آنکھوں والے دیکھیں کہ نواب صاحب نے اپنا مسلک ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ افیون وغیرہ عورت کو نہیں دینی اگرچہ اس کی عادت بھی ہو۔ باقی کسی اور کا قول انہوں نے مجہول صیغے سے نقل کا ہے۔ اس سے اہلحدیث مراد نہیں ہیں بلکہ اہلحدیثوں کا تو اس سے متعلق اتفاق نقل کیا ہے کہ اس کو نہیں دی جائے گی۔ باقی قیل کا اشارہ دوسری طرف ہے۔ نواب صاحب نے ان کی ستر پوشی کی ہے بلکہ قیل کہہ کر اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ بھی کیا ہے مگر آپ کے ملتبس اعتراض نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم مشار الیہ کو ظاہر کریں۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ نیکاں برد

قیل کے مشار الیہ کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں ایک تو ان کا استعمال قلیل ہے جب تک اس میں سکر اور نشہ نہ ہو۔ اب انصاف کریں کہ کون اس کو مطلقاً حرام کہتا ہے اور کون نشہ کی قید لگاتا ہے چنانچہ دوسرے سب مطلقاً حرام سمجھتے ہیں۔ نزل الابرار والے نے بھی بالاتفاق منع کا فیصلہ صادر فرمایا ہے بلکہ آپ کی کتابوں میں تو جس قدر شراب سے نشہ نہ ہو اتنی پینے کی اجازت ہے اور کتنے

بھی جام نوش کرے اور جب تک نشہ نہ ہو اتنی شراب حرام نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی حد ہے۔

قاضی خان ۲:۲۵۹ کتاب الاشربۃ میں ہے۔

" ویحرم القدر المسکر امنه وهو الذى يعلم يقينا او بغالب الرأي انه يسكر".

اور ہدایہ ص:۴۹۷ اخیرین میں ہے کہ:۔

" لأن المفسد هو القدح المسكر وهو حرام عندنا".

ہم احناف کے پاس شراب کا وہ پیالہ حرام ہے جو نشہ کرے۔

اور یہ بھی یقین ہو کہ اتنی شراب نشہ آور ہوتی ہے۔ اب بتائیں کہ نشہ نہ ہوتے تک ایسی چیزوں کے استعمال کی کون اجازت دیتا ہے؟ محدثین تو سب کے سب مطلق منشیات کو حرام کہتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں صاف ظاہر ہے کہ **ما اسكر كثيره فقليله حرام (اخرجه الترمذى وغيره).**

وجہ دوم علاج کیلئے آپ کے مذہب میں حرام چیز بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے چنانچہ درمختار علی ہامش الشامی ۱:۲۱۰ میں ہے کہ:۔

وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوي.

''مفتی بہ قول یہ ہے کہ علاج کی وجہ سے حرام چیز کا استعمال جائز ہے''۔

اسی صفحہ پر شامی بھی جواز کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں اور بالاتفاق جواز نقل کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جو بھی وجوہات اجازت کیلئے لکھی گئی ہیں یہ سب آپ کی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ مقید اجازت بھی آپ کے مذہب کے مطابق کہلائے گی۔

مولانا صاحب! ذرا دل کو سنبھال کر یہ واضح اور صریح عبارت پڑھیں۔

" لو شرب الافيون يجوز للتداوي وان قصدبه السرور فلا".

(خزانة الرواية باب في التداوي والعلاج:۵۹۵)

یعنی علاج کیلئے افیون پینی جائز ہے۔

اب تعصب سے ہٹ کر بتائیں کہ یہ ''قیل'' والا مذہب کس کا ہے؟

احناف کا مذہب ہے یا اہلحدیث کا؟ نواب صاحب نے تو منع کی ہے لیکن آپ کے حنفی بھائی نے تو حلال کر دی۔

عجب بھرزہ طرف مے شود مقابل ما

ذرا علماء احناف کے روحانی پیشوا' حکیم الامۃ الحنفیۃ علامہ اشرف علی تھانوی صاحب کا فتویٰ بھی پڑھیں۔

''بلکہ شراب کے سوا جتنے نشہ ہیں جیسے افیون' جائے پھل' زعفران وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ دوا کیلئے اتنی مقدار کھالینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آوے اور اس دوا کا لگانا بھی درست ہے جس میں یہ چیزیں پڑی ہوں اور اتنا کھانا کہ نشہ ہو جائے حرام ہے''۔ (بہشتی زیور: ۶۱ حصہ سوم)

نیز فتاویٰ لکھنوی حصہ سوم ۱۰۸ میں ہے کہ:۔

''اگر علم شفا باشد و سوائے افیون از ادویہ مباحہ کدوای شفانمے بخشد جائز است بلا کراہت''۔

مولانا صاحب! ذرا غور سے عبارت سنیں۔ فقہاء نے تو اس کے وجوب کا حکم نقل کیا ہے۔

شامی ۵: ۲۹۷ میں ہے کہ:۔

سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي باكل نحو الافيون وصار ان لم ياكل منه هلك فاجاب ان علم ذالك قطعا حل له بل وجب لاضطراره الي ابقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئا فشيئا حتى يزول تولع المعدة من غير ان تشعر فان ترك ذالك فهو آثم فاسق آه. ملخصا قال الرملي وقواعدنا لا تخالفه.

نیز آپ کے پاس تو افیون کی تجارت بھی جائز ہے۔ درمختار علی ہامش الشامی ۵: ۳۰۱ میں ہے کہ:۔

ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون.

مسئلہ۵: ﴿دولہا پر پھول پھینکنا جائز ہے۔الخ﴾

اقول: نواب صاحب کی عبارت اس طرح ہے کہ:۔

اما استعمال الصفرة للعروس والمعرس والقاء الورد والريا حين والقاء اوشاحها علي الاعناق والرؤس فمما لم يامر به الشارع ولا نهي عنه فيبقى مباحا ان لم يقصد التشبه لان الطيب كان محبوبا عند النبي ﷺ واي عبد احق واحري لاستعمال الطيب والتزين من العروس والمعرس والله اعلم. (نزل الابرار ۲:۷۶)

ظاہر ہے کہ نواب صاحب دلیل سے ثابت کر رہے ہیں کہ اس کے متعلق منع کا حکم وارد نہیں اس لئے مباح کہا جائے گا۔ یہ تو آپ کا بھی مذہب ہے جیسا کہ قاضی خان ۴:۷۷۸ کتاب الحظر کے ابتداء میں ہے کہ " والاصل فی الاشیاء الاباحة" اب آپ قرآن یا حدیث سے منع ثابت کریں ورنہ مباح ہے۔

نیز نواب صاحب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خوشبو پسند تھی۔ پھر دولہا و دلہن کے علاوہ زیادہ خوشبو کا حقدار کون ہے؟ آپ پر ضروری ہے کہ آپ اس دلیل کو رد کریں۔ باقی خالی اعتراض آپ کو زیب نہیں دیتا۔ رد کرنے کی صورت بھی یہ ہے کہ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ آپ ﷺ کو خوشبو پسند نہیں تھی یا پھر شادی کے موقعہ پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔" وليس لكم الى ذلك سبيل" اور یہ عذر بھی غلط ہے کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے اور آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس کے موجد ہندو ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ دیکھنے میں تو یوں آیا ہے کہ مسلمان عام طور پر خوشبودار پھول استعمال کرتے ہیں نیز نواب صاحب نے "ان لم يقصد التشبه" کی قید لگائی ہے پھر اعتراض کس چیز کا؟ اور یہ کہنا کہ یہ رسم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی۔ یہ سوال بھی کم علمی کی وجہ سے ہے اس لئے کہ زمانہ نبوت میں اگر کوئی کام نہ ہوا اور اس کو ناجائز کہنا تو کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو دین سمجھ کر کیا جائے یا ثواب ملنے کا عقیدہ رکھا جائے تو پھر

محدثات میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ:۔

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (بخاری و مسلم)

جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ مردود ہے۔

لفظ "**امرنا هذا**" میں غور کریں اور جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے:۔

اما امور دنیاکم فالیکم (احمد)

"رہا معاملہ آپ کے دنیاوی کاموں کا تو یہ آپ کی صوابدید پر ہیں"۔

خود آپ کی کتابوں میں بھی شادی وغیرہ میں پیسے بانٹنے اور مٹھائی تقسیم کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری ۴: ۲۲۵ طبع نولکشور میں ہے کہ:۔

لا بأس بنثر السکر والدراهم فی الضیافة وعقد النکاح.

"ضیافت اور شادی وغیرہ میں پیسے پھینکنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

اسی طرح "**خزانة الروایة فصل فی الضیافة والولیمة ولواحقها**" ٥٦٧ میں بھی ہے۔

مولانا صاحب! آپ نے پھولوں کیلئے تو بہت جلد فتویٰ صادر کر دیا ہے کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کے بزرگوں نے یہ جو اجازت عطا فرمائی ہے اس کو آپ کس قوم کی رسم کہیں گے؟ بلکہ عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے کہ ایسے پیسے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لکھا ہو وہ بھی سر پر سے گھما کر دیئے جا سکتے ہیں۔ عبارت اس طرح ہے:۔

نثر الدراهم والدنانیر والفلوس التي کتب علیها اسم الله تعالی مکروه عند البعض وقیل غیر مکروه وهو الصحیح.

"دینار، درہم اور پیسے وار کرنا جن پر اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوں بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے ہاں مکروہ نہیں اور یہی صحیح ہے"۔

مولانا صاحب! اب تو آپ کے ادب واحترام والے ڈھنڈورے کا راز کھل گیا ہے۔ یہ پھینکے ہوئے پیسے کیا لوگوں کے قدموں تلے نہیں آئیں گے؟ اب بھی آپ کہتے ہیں کہ اہلحدیث بے ادب ہیں۔

یہ ادب آپ کو مبارک ہو۔اب ذرا اس کے متعلق ایک زبردست فتویٰ حاضر خدمت ہے۔
علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

وبر تقدیر عدم ثبوت ارتکاب ایں امور از بدعات سیئة نخواهد شد بل از امور مستحدثه مباحه والله اعلم (فتاوی لکهنوی حصه دوم: ۹۲)

ان کاموں کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے بدعات میں شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ نئے کام مباح ہیں۔
علماء دیوبند کے سرتاج علامہ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ:۔
''چھوارے لٹانے وقتِ نکاح کے مباح ہیں مگر اس وقت میں نہ چاہئے کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو''۔(فتاویٰ رشیدیہ:۹۱)

علامہ علاء الدین الماردینی المعروف بابن الترکمانی جس کی حدیث دانی پر علماء احناف کو ناز ہے۔وہ اپنی کتاب ''الجوهر النقی'' وهو فی ذیل السنن الکبریٰ للبیهقی ۲۸۸:۷ میں خوشی کے موقع پر تقسیم کرنے اور پھینکنے کیلئے حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ابن المنذر اور خطابی سے بھی اباحت نقل کرتے ہیں۔خزانۃ الروایۃ :۳۳۲ قلمی نسخے میں ہے کہ:۔

لا بأس بنثر السكر والدراهم في الضيافة وعقد النكاح في الشرعة ومن السنة نثر السكر والارز علي راس الزوج وانتهاب القوم ذالک تبرکا به ثبت بالآثار والاخبار.

بس اب تو راضی ہو جائیں۔
پیسے' مٹھائی' چاول وغیرہ دولہے کے اوپر پھینکنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے اور اوپر گھمائی ہوئی چیز کو لیکر تبرک حاصل کرنا چاہئے۔پھر جب علماء احناف کی کتابیں اس کی اجازت سے بھری ہوئی ہیں بلکہ حدیث سے ثابت کر رہے ہیں اب بھی آپ اس کو ہندوؤں کی رسم کہیں گے؟۔
مولانا صاحب! ذرا گنگوہی دارالافتاء کے دو فتوے بھی لکھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر فتویٰ دینا کہ یہ کس قوم کا رواج ہے۔

(۱) سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں ہے اور چند سال کھانا لوجہ اللہ کھلانا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۷۸)

بتائیں کہ میلاد اور سالگرہ وغیرہ کے دن منانا کس کی پیروی اور اتباع ہے؟

حدیث "من تشبه بقوم فهو منهم" (آپ کی ہی ذکر کردہ) یہاں تو وارد نہ ہوگی؟

سوال: بعض صوفی قبر اولیاء پر چشم بند بیٹھتے ہیں اور سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس بات کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بنیت خیر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۱)

بتائیں کہ قبر والوں سے فیض حاصل کرنا کس جماعت کا عقیدہ ہے؟

مزید دوسری کتابوں کے حوالے بھی سنیے:۔

ولاباس بشد الخرز علی ساقي الصبي او للمهد تعليلا.

(عالمگیری ۴: ۲۴۰)

"اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بچے کے بازو اور جھولے کے ساتھ بیماری سے بچنے کیلئے دھاگہ باندھ لیا جائے"۔ بتائیں یہ کہ یہ کس کی رسم ہے؟

خزانة الروایة ص: ۳۳۲ قلمی نسخہ میں ہے کہ:۔

ومن السنة ان يغتسل الزوج رجليها ويرمي ذالک الماء في زوايا البيت لتدخله من ذالک البركة.

"سنت طریقہ یہ ہے کہ دولہا اور دلہن کے دونوں پاؤں دھو کر اس پانی کو گھر کے چاروں کونوں میں پھینکنا چاہئے تا کہ گھر میں برکت داخل ہو"۔

واہ بھئی واہ! مولانا صاحب!! یہ کس نبی کی سنت ہے؟ ہندوؤں کی اور رسمیں بھی ہوتی ہیں۔ برائے مہربانی پہلے اپنی کتابیں ٹٹولیں پھر ایسی باتیں کریں تا کہ تمہیں پتہ چلے کہ شیش محل میں بیٹھ کر باہر والوں پر پتھر پھینکنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

اگر مزید معلومات چاہتے ہو تو اعلیٰ حضرت تھانوی صاحب کے اعمال قرآنی اور بہشتی زیور کا مطالعہ کریں، جہاں پر کئی رنگینیاں آپ کو ملیں گی۔

مسئلہ ۶: ﴿" وقيل البنج مباح لانه حشيش". الخ﴾

اقول: مولانا صاحب یہاں بھی آپ نے عبارت نقل کرتے ہوئے خیانت سے کام لیا ہے۔ نواب صاحب تو اس کو مباح نہیں کہتے بلکہ ناجائز کہتے ہیں بلکہ مشتبہ اور مباح وغیرہ تو آپ کی فقہ کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں چنانچہ اصل عبارت اس طرح ہے۔

وقال صاحب الدر اكل البنج والحشيش والافيون حرام لكن حرمتها دون حرمة الخمر ولو سكر باكلها لا يحد بل يعذر وقيل البنج مباح لانه حشيش اما السكر منه فحرام قال في النهر هو التحقيق ويستفاد منه ان قليل الافيون بحيث لا يسكر مباح سيما اذا استعمل دواء برأي الطبيب الحاذق قلت وكذالك التنباك واستدل المحرمون بحديث نهي عن كل مسكر و مفتر ولا شك ان التقوى هو الاجتناب من هذه الاشياء المشتبهة والله اعلم. (نزل الابرار ۲: ۳۰۰. ۳۰۱)

آپ ایمانداری سے بتائیں کہ الدر اور النہر کس کے مذہب کی کتابیں ہیں اور یہ عبارت نواب صاحب کی، تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا حصہ " بل يعذر " تک درمختار ۲: ۲۹۴ علی ہامش الشامی میں ہے اور قیل میں اشارہ شامی کی طرف ہے اس نے ص ۵: ۲۹۴ میں ہدایہ وغیرہ سے عبارت نقل کی ہے اور " النهر الفائق " علامہ سراج الدین عمر بن نجیم کی مشہور کتاب ہے۔ الغرض یہ کتابیں آپ کے فقہاء کی ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ کتابیں آپ کے فقہاء کی ہی

ہیں اور یہ عبارتیں بھی ان کتابوں میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے عمداً دوسروں کو بدنام کرنے کیلئے اس طرح تصرف کیا ہے جو کہ کسی عالم کے شان سے بعید نہ تھا۔

الحاصل نواب صاحب نے جن فقہاء کی عبارتیں نقل کی ہیں ان میں سے بعض اس کو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور بعض اس کو مقید کہتے ہیں کہ جب تک نشہ نہ ہو یا پھر علاج کی غرض سے استعمال کی جائے جیسا کہ حسامی کا مصنف اس کو تحقیق مذہب کہہ کر تمام اقوال کے درمیان تطبیق دیتا ہے۔ باقی نواب صاحب نے جو مذہب پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ بھنگ وغیرہ مشتبہات میں سے ہے یعنی جس کی حرمت اور حلت ظاہر نہ ہو مگر حکم اس کا حرام والا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

الحلال بین والحرام بین وبینهما امور مشتبهات والمؤمنون وقافون عند الشبهات (بخاری)

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان شک والی چیزیں ہیں اور ایمان والے ان شک والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے ہیں۔

مولانا صاحب نے تو صرف مشتبہ کہا ہے تو ان پر اتنا مواخذہ کیا گیا ہے اور جن فقہاء نے اس کو بالکل حلال اور مباح کہا ہے ان کو آپ کیا کہیں گے؟۔

علماء احناف کا بھنگ کے متعلق فتویٰ

تمہارے فقہاء کی بھنگ کے متعلق عبارات ملاحظہ فرمائیں:۔

کمالا یحد من البنج ......وذکر شمس الائمة السرخسي في اثناء الکلام (ای لبن الرماک) مباح کالبنج (قاضی خان ۴:۶۷۶)

"بھنگ مباح ہے اس کے استعمال کرنے والے پر کوئی حد نہیں ہے"۔

وفی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام اکل قلیل السقمونیة والبنج مباح للتداوی (الشامي ۵:۲۹۴ حاشیه هدایه ۴۸۷ اخیرین)

حضرت تھانوی صاحب کی عبارت گزری' فرماتے ہیں شراب کے علاوہ باقی تمام چیزیں علاج کیلئے استعمال کی جاسکتی ہیں جب تک ان سے نشہ نہ ہو۔

خزانة الروایة باب حد الشرب میں ہے کہ:۔

ولو سکر من نبیذ العسل والزرا والجعد ونحو ذالک اوالبنج او لبن الرماک لم یحد في الکافي المسکر من المباح کالبنج ولبن الرماک وشرب المکرد لا یوجب الحد.

اب تو مسکر وغیر مسکر کے سوال میں بھی تخفیف ہوگئی ہے۔ غالباً اب آپ کو ''قیل'' کے معانی بھی سمجھ میں آگئے ہوں گے۔

مولانا صاحب! علاج کیلئے تو آپ کے فقہاء نے شراب کی بھی اجازت دی ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ۴: ۲۳۶ میں ہے کہ:۔

ولو ان مریضا اشار الیه الطبیب بشرب الخمر روي عن جماعة من ائمة البلخ انه ینظر ان کان یعلم یقینا انه یصح حل له التناؤل.

''اگر کوئی طبیب کسی مریض کو شراب پینے کا کہے اور اسے یہ معلوم ہو کہ اس کو شراب پلانے سے یہ ٹھیک ہوجائے گا تو شراب اس کیلئے حلال ہے' بیشک شراب استعمال کرے''۔

بلکہ حنفی مذہب میں تو علاج کیلئے کتے کی ہڈیاں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

کتے کی ہڈیوں سے علاج

واما عظم الکلب فیجوز التداوی به هکذا قال مشائخنا.

(عالمگیری ۴: ۲۳۵)

''کتے کی ہڈیوں سے علاج کرنا جائز ہے یہی ہمارے مشائخ کا قول ہے''۔

برائے مہربانی تعصب چھوڑ کر اپنی کتابوں کا مطالعہ کریں آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ حقیقت کیا ہے؟ آپ کا دل بھی اس شعر کو پڑھنے کیلئے جوش مارے گا کہ:۔

اگر ہمیں مکتب است ویں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

مسئلہ۷: ﴿ولو قذف عائشة رضی اللہ عنھا بالزنا کفر باللہ ولو قذف سائر نسوۃ النبي ﷺ لا یکفر (عالمگیری ۲: ۸۸۵)﴾

''ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والا کافر نہیں ہے''۔

مولانا صاحب! کیا کہہ رہے ہو؟ آپ زندہ تو ہیں؟ سانسیں باقی ہیں کہ نہیں؟

یہ ہے ادب واحترام اور اسی کا نام ہے فقاہت اور یہی ہے فقہ کی شرافت؟

۲. رجلان اختصما فی شئ فقال احدھما لصاحبه یا ابن الزانیة.

(وھر کہ خدائے را باین نام است) وکان اسم المشتوم محمد قال الشیخ الامام ابو القاسم لم یکن کفرا لان اوھام الناس لم تنصرف الي النبي ﷺ فلم یکن کفرا مالم ینوہ (قاضی خان ۴: ۸۸۲ کتاب السیر)

''یعنی اگر کسی محمد نامی شخص کو گالی دیتے ہوئے کہے کہ اے زانیہ کے بیٹے! تو ایسی حالت میں وہ کافر نہ ہوگا اسلئے کہ عام گمان اس کا محمد ﷺ کی طرف نہیں ہوگا جب تک اس کی نیت نہ کرلے''۔

مولانا صاحب! ہوش میں آئے ہیں یا نہیں۔ نشہ اترا ہے یا ابھی تک باقی ہے؟ بتائیں یہ مثال دینے کی کیا ضرورت تھی۔ معاذ اللہ جس کو رسول اللہ ﷺ یاد نہ تھے وہ بھی یاد کرے۔ کیا یہ تاویل جو آپ نے یہاں پیش کی ہے نواب صاحب کے کلام میں نہیں ہوسکتی تھی؟ کیا آپ نے نواب صاحب کی نیت معلوم کرلی تھی؟ ''علیم بذات الصدور'' تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

۳. لو نسب إلی الانبیاء الفواحش کعزمه الي الزنا نحو الذي یقول الحشویة في یوسف علیه السلام کفر لانه شتم لھم وقیل لا یکفر.

(خزانة الروایة باب في الارتداد والفاظ الکفر: ۱۹۴)

''بعض فقہاء کے نزدیک نبیوں کی طرف زنا کے ارادے کی نسبت کرنا بھی کفر نہیں ہے؟''۔

مولانا صاحب! یہ (قیل) نواب صاحب والے (قیل) کے برابر ہے یا اس سے کم یا زیادہ ہے؟

مسئلہ۸: ﴿متعہ کے متعلق آپ نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے﴾

نواب صاحب کی اصل عبارت ''نزل الابرار'' سے نقل کی جاتی ہے:۔

قال : ونكاح المتعة والموقت وخالف بعض التابعين وكذالك بعض اصحابنا في نكاح المتعة فجوزوها لانه كان ثابتا جائزا في الشريعة كما ذكره الله في كتابه فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وقراءة ابي بن كعب وابن مسعود فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ الي اجل مسمي يدل صراحه على اباحة المتعة فالاباحة قطعية لكونه قد وقع الاجماع عليه والتحريم ظني ولا يرفع القطعي بالظني واجاب الجمهور بانه قد وقع الاجماع علي التحريم ايضا في الجملة وانما الخلاف في التابيد هل وقع ام لا وكون هذا التابيد ظنيا لا يستلزم ظنية التحريم الذى وقع النسخ به فالحاصل ان الناسخ للتحليل المجمع عليه هو التحريم المجمع عليه المقيد بقيد ظني وهو التابيد فالناسخ والمنسوخ قطعيان لان قوله تعالي اِلَّاعَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ يدل علي التحريم كما روي عن ابن عباس ان كل فرج سواهما حرام وفي هذا الجواب ما فيه اذا الايتان اللتان يستدل بهما علي تحريم المتعة مكيتان وقد احل المتعة بعدهما بالاتفاق فعلم ان الآيتين المذكورتين لا تدلان علي تحريم المتعة ولو فرضنا فتكون احاديث التحليل مثبتة لامر زائد والزيادة علي الكتاب بالخبر المشهور جائزة وبالجملة القول بتحريم المتعة لا يخلو عن اشكال وشبهة التحليل لم ترتفع الي الآن قال شيخنا ابن القيم الصحيح ان النهي عنها انما كان عام الفتح وان النهي يوم خيبر انما كان عن الحمر الاهلية وظاهر كلام ابن مسعود اباحتها

اواباحتها عند الضرورة وعند الحاجة في الغزو عند عدم النساء وشدة الحاجة الي المراة فمن رخص فيها في الحضر مع كثرة النساء وامكان النكاح المعتاد فقد اعتدى والله لا يحب المعتدين وافتي ابن عباس بحلها للضرورة فلما توسع الناس فيها ولم يقتصروا علي موضع الضرورة امسک عن فتواه ورجع عنها وقد قال بحلتها جماعة من الصحابة بعد رسول الله ﷺ منهم اسماء بنت ابي بكر وجابر بن عبد الله وابن مسعود وابن عباس ومعاوية وعمرو بن حريث وابو سعيد وسلمة ومعبد قال الحافظ والاجود ما ذهب اليه جماعة من المحققين انهالم تحل قط في حالة الحضر والرفاهية بل في حال السفر والحاجة والاحاديث ظاهرة في ذالک وقال الاوزاعي يترک من قول اهل الحجاز متعة النساء ومن قول اهل المدينة اتيان النساء في ادبارهن والله اعلم بالصواب (نزل الابرار ۲: ۳۳ تا ۳۵)

اب آپ اس عبارت کو دوبارہ پڑھیں اور غور کریں۔ اگر کوئی بھی سمجھدار انسان تعصب کو چھوڑ کر اس عبارت کا مطالعہ کرے گا تو کبھی بھی یہ گمان نہیں کرے گا کہ نواب صاحب کو متعہ کی حرمت کے متعلق شک ہے یا اس کی اجازت دیتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ عبارت اپنے مطلب میں واضح ہے بلکہ آپ نے ماقبل اور مابعد کو چھوڑ کر عوام کو دھوکہ دینے کیلئے یہ لکھا ہے کہ نواب صاحب متعہ کے حرام ہونے میں شک کرتے ہیں۔ حاشا وکلاً سچ یہ ہے کہ:۔

وكم من عائب قولا صحيحا وآفته من الفهم السقيم

نواب صاحب نے یہاں دونوں طرف کے دلائل ذکر کئے ہیں اور بعد میں لکھتے ہیں کہ قرآنی آیات سے اس کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی اور نہ ہی تحلیل کا شبہ مرتفع ہوتا ہے بلکہ از روئے سنت و اجماع امت اس کی حرمت کا ہرگز انکار نہیں کرتے۔

نواب صاحب کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں۔

1۔ متعہ جائز تھا' پھر حرام ہو گیا۔

2۔ اور یہ حلت بھی ضروری حالت میں تھی۔

3۔ جو کہتے ہیں کہ حلت بغیر ضرورت کے تھی' تو یہ بات محققین کے مذہب کے مطابق غلط ہے۔

4۔ متعہ کی حرمت قطعی ہے۔

5۔ حدیث سے خواہ اجماع امت سے حرمت ثابت ہے' پھر اس اجماع کا انکار سبیل المومنین کا انکار ہے۔

6۔ اس کی حرمت کے قطعی ہونے پر کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

7۔ متعہ کی حلت منسوخ ہو چکی ہے۔

8۔ تحریم اس کیلئے ناسخ ہے اور یہ قطعی دلیل سے ثابت ہے۔

9۔ متعہ کے منسوخ ہونے پر بھی اجماع امت ہے۔

10۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ جو اس کی حلت کا فتویٰ دیتے تھے انہوں نے بھی رجوع کر لیا تھا۔

11۔ جو متعہ کی حلت کے قائل ہیں ان کا قول نہیں لیا جائے گا یعنی کہ ان کا قول قابل قبول نہیں ہے۔ اس وضاحت کے بعد بھی کون صاحب عقل سلیم ہے جو نواب صاحب کے مذہب کے متعلق شک کرتا ہے بلکہ یہ بات واضح ہے کہ نواب صاحب نے تو متعہ کے حرام ہونے پر احادیث اور اجماع جیسی قطعی دلیلیں پیش کی ہیں۔ باقی اثبات کے استدلال کو کمزور کہہ رہے ہیں ہر انسان کا اپنا الگ طریقہ استدلال اس کی سمجھ کے مطابق ہوتا ہے۔

وفوق کل ذی علم علیم.

بلکہ دوسری جگہ پر تو نواب صاحب نے بھی واضح الفاظ میں متعہ کی حرمت کی تصریح کی ہے۔

''نھی عن نکاح المتعۃ آنحضرت ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا یعنی ایک مدت معین کر کے عورت سے نکاح کرنا۔ نہایہ میں ہے کہ اوائل اسلام میں یہ جائز تھا' پھر حرام ہو گیا لیکن شیعہ کے نزدیک اب بھی جائز ہے''۔ (وحید اللغات مصنفہ وحید الزمان ص ۹ کتاب م)

دو چار سطریں آگے جا کر مزید لکھتے ہیں کہ:۔

''اب رہا نکاح متعہ تو وہ جنگ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر جنگ خیبر کے بعد حرام ہوا پھر فتح مکہ یعنی یوم اوطاس میں حلال ہوا پھر تین دن بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا۔اس میں صرف روافض کا اختلاف ہے''۔(کذفی مجمع البحار)

بعد میں آیت ہے:۔

''اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ''.

اس پر یہی اوپر والا اعتراض وارد کرتے ہیں اور اس کے بعد جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجازت آتی ہے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس سے مراد '' متعة النكاح'' نہیں ہے بلکہ بعض کی مراد متعة الحج اور بعض کی متعة الطلاق ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:۔

1۔ متعہ کی حرمت آخری فرمان نبوی میں ہے۔

2۔ یہ آخری حرام کرنے والا حکم ہمیشہ ابدلآباد کیلئے ہے۔

3۔ شیعہ کے علاوہ باقی سب مسلمان اس کو حرام کہتے ہیں۔

آخر میں ص ۹ پ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ:۔

''زرقانی نے شرح موطا میں ایک جماعت سلف اہل سنت سے بھی اس کی اباحت نقل کی ہے مگر جمہور اہل سنت اور آئمہ اربعہ اس کی حرمت کے قائل ہیں''۔

اور بعض جنہوں نے حلال کہا ان کیلئے دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ان کو آخری حرمت والا حکم نہ پہنچا تھا ورنہ متعہ تو سب کے ہاں حرام ہے۔چنانچہ ''رفع العجاجة سنن ابن ماجہ ۲:۴۵'' میں ہے کہ:۔

''متعہ نکاح یہ ہے کہ ایک میعاد معین تک نکاح کرے' جیسے ایک دن دو دن ایک ہفتہ ایک ماہ ایک سال تین سال کیلئے یہ نکاح اوائل اسلام میں حلال تھا' پھر حرام ہوا پھر حلال ہوا پھر قیامت تک حرام ہو گیا لیکن بعض لوگ اس کی حرمت سے مطلع نہیں ہوئے اور اباحت کے قائل رہے''۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ نواب صاحب بھی حرمت کے قائل تھے اور بعض کے اختلاف سے وہ جڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ حرام کہنے والوں میں شامل ہیں۔

الاول: حرمت کے دلائل نقل کر رہے ہیں۔

الثانی: ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر حلال کہنے والوں کا مدار ہے وہ توان کا رجوع ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ نزل الابرار کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے نیز وحید اللغات ص۹ میں ۲۴ میں بھی تصریح کی ہے۔

الثالث: جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعہ منقول ہے اس سے مراد معروف متعہ نہیں بلکہ متعہ الحج ومتعۃ الطلاق وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

الرابع: اباحت کے قائلین کو معذور سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کو حکم نہیں پہنچا اس لئے ان کا قول سند نہیں ہے۔

الخامس: اوپر والی عبارتوں سے یہ ثابت ہوا کہ حرمت والا حکم ہی ہمیشہ کیلئے ہے۔

الحاصل: نواب صاحب اس باب میں قیامت تک حرمت کے قائل ہیں۔ وللہ الحمد۔ البتہ آپ کی فقہ سے متعہ کیلئے کچھ گنجائش ملتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

متعہ احناف کے نزدیک

۱- او تزوج امرأة بغير شهود او تزوجها متعة او تزوج امرأة بغير اذن مولاها او العبد تزوج امرأة بغير اذن مولاه ووطئها لا يجب الحد عند ابي حنيفة في هذه الوجوه كلها وان قال علمت انها حرام علي.

(قاضي خان ۴: ۸۲۰ كتاب الحدود)

امام صاحب کے نزدیک متعہ کرنے والے پر کوئی حد نہیں ہے۔ اگرچہ متعہ کرنے والا کہے کہ مجھے علم تھا کہ یہ عورت میرے لئے حرام تھی۔

اسی طرح عالمگیری ۲: ۵۵۷ میں اور حکیم الامۃ الحنفیۃ کی تتمہ فتاویٰ امدادیہ حصہ دوم: ۱۹۱ میں

بھی تصریح فرمائی گئی ہے کہ متعہ کرنے والے پر کوئی حد نہیں۔ اگر اس پر حد نہیں تو پھر بدکار لوگوں کیلئے اس سے گنجائش نکلتی ہے۔

۲۔ قال الشیخ الامام الاجل شمس الائمة الحلوائي و كثير من مشائخنا قالوا اذا سميا ما يعلم يقيناً انهما لا يعيشان اليه كالف سنة ينعقد ويبطل الشرط كما لو تزوجها الي قيام الساعة او خروج الدجال او نزول عيسى هكذا روي الحسن عن ابي حنيفة (عالمگیری:۲: ۲۹۱)

طویل مدت مقرر کرنے سے نکاح ہو جائے گا مثلاً ایسی مدت جس تک زندہ نہ رہنے کا یقین ہو غرض طویل مدت تک متعہ حنفی مذہب میں جائز ہے۔

۳۔ ولو تزوجها مطلقا وفي نيته ان يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح كذا في التبيين ولو تزوجها علي ان يطلقها بعد شهر جائز كذا في البحر الرائق (عالمگیری۲: ۲۹۱)

مدت مقرر ظاہر نہ کرے۔ دل میں اگر ایک مہینہ یا کوئی دوسری مدت مقرر کر لے تو پھر بھی جائز ہے اور نکاح صحیح ہے۔

اسی طرح کا اشارہ درمختار علیٰ ہامش الشامی ۲: ۲۹۳ میں بھی موجود ہے۔

مولانا صاحب! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے بات کریں کہ کیا یہ متعہ کیلئے چور دروازہ نہیں ہے؟ بلکہ یہ واضح طور پر ایک حرام کام کو حلال بنانے کیلئے حیلہ بنایا گیا ہے۔ دوسروں کی طرح ظاہر نہ کرے بلکہ دل میں بیشک متعہ کی نیت ہو اور دل میں بیشک موقت نکاح کا ارادہ ہو۔

رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

چونکہ اس کو متعہ سے غرض تھی وہ حاصل ہو گیا' اب ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ اگر ظاہر کیا تو ہو سکتا ہے اس پر شیعہ ہونے کا کوئی فتویٰ لگادے۔

انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ مانوى.

مولانا صاحب! عجیب بات ہے کہ نواب صاحب نے حرمت کی تصریح بھی کی اور صرف خاص دلیلوں کی دلالت پر بات کی تو آپ ان پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے کیلئے تیار تھے مگر اتنی سہولت اور گنجائش جو آپ کے فقہاء نے دی اس پر آپ کو کوئی غیرت نہیں ہے؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

۴۔ خود امام زفر سے بھی موقت نکاح کے صحیح ہونے کا فتویٰ منقول ہے۔ (شامی ۲:۳۰۱) میں ہے کہ ثم رجح ۔(یعنی صاحب فتح القدیر) " **قول زفر لصحة الموقت علي معني انه ينعقد موبدا ويلغو التوقيت**".

اب ہم بھی دیکھیں کہ آپ حنفیت کے اس رکن اعظم کیلئے کونسا فتویٰ صادر فرماتے ہیں؟

۵۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ متعہ کے لفظ سے نہیں بلکہ نکاح کے لفظ سے اگر متعہ ہو تو جائز ہے۔

في المضمرات قالوا والفرق بينهما الاول بلفظ التمتع لا بلفظ النكاح ولو سماها نكاح جاز .(خزانة الزواية باب ما ينعقد به النكاح: ۳۳۰)

۶- **بخلاف ما اذا قال خذي هذه الدراهم لا تمتع بک لان المتعة كانت سبب الاباحة في الابتداء فبقيت شبهة** (عالمگیری ۲:۵۲۷)

مولانا صاحب! اس شبہ کیلئے کیا کہیں گے؟

۷. **لو استاجر امرأة ليزني بها فزني بها لا يحد في قول ابي حنيفة.**
(قاضی خان ۴: ۸۲۱)

"اگر کسی عورت کو اجرت اور مزدوری پر لاکر اس سے زنا کرے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے"۔

انصاف سے بتائیں اس کام میں اور متعہ میں کیا فرق ہے؟ اسی طرح "خزلۃ الروایات باب حدالزنا: ۴۴۵ میں ہے کہ:۔

اذا زني بمستاجرة لم يحد عند ابي حنيفة.

نیز فرمان ہے کہ " ان ما اخذه الزانية ان كان بعقد الاحارة فحلال عند الاعظم (حاشيه شرح الوقاية : ۲۹۸ نولكشور)".

یعنی زانیہ کی اجرت مقرر کر لی جائے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں حلال ہے۔ اب بتائیں کہ باقی کیا تفاوت رہا؟ صرف یہی کہ مقرر نہ کرے۔

چہ جوانمردی است دلا کہ دزدے بکف چراغ دارد

خلاصہ کلام فقہ حنفیہ کے مطابق متعہ کرنے والے پر کوئی حد نہیں ہے نہ ہی متعہ کرنے والے کو نام ظاہر کرنا چاہئے اور نہ ہی دن مقرر کرنے چاہئیں۔ فقط دل میں متعہ کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے یہ ہے آپ کی مبارک فقہ......؟

مسئلہ۹: ﴿ مشت زنی کے متعلق ﴾

اقول: یہاں پر بھی آپ نے سخت جعلسازی اور غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اللہ کا خوف آپ نے رخصت کر دیا ہے۔ سنیں! نواب وحید الزمان کی عبارت اس طرح ہے:۔

ويكره النكاح باليد اي الاستمناء بالكف وقيل جائز وحديث من نكح بيده فهو ملعون ضعيف (نزل الابرار ۲: ۷۴)

اور حاشیہ میں لفظ یکرہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

اى تحريما لانه اضاعة النطفة وقد قال النبي ﷺ تزوجوا الودود الولود فاني مكاثر بكم الامم يوم القيامة.

مشت زنی مکروہ تحریمی ہے اور جائز بھی کہا گیا ہے اور حدیث (جس نے مشت زنی کی وہ شخص معلون ہے) ضعیف ہے۔

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ نواب صاحب کے ہاں یہ کام جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی اہلحدیث کے ہاں جائز ہے۔ استغفر اللہ۔ بلکہ قیل سے مراد آپ کے بزرگ حنفی علماء ہیں۔

ذرا حوالہ جات دیکھئے۔

۱- ولو خاف الزنا يرجي ان لاوبال عليه (درمختار على هامش الشامي ۲:۱۰۰)

۲- وله ذلک ان كان اعزب (مراقي الفلاح ۱:۵۷ مصري) وهكذا في الشامي ۲:۱۰۰ نقلا عن السراج وفي الطحطاوى ايضا.

۳- ومن الناس من قال لا يفسد صومه في الاستمناء بالكف وهل يباح له ان يفعل ذالک في غير رمضان ان اراد الشهوة لا يباح وان اراد تسكين الشهوة قالوا نرجو ان لا يكون آثما (قاضي خان ۱:۹۸)

۴- اذا عالج ذكره بكفه حتى امني لم يفطر (عناية شرح الهداية ۲:۶۴)

۵- بل لو تعين الخلاص من الزنا به وجب لانه اخف وعبارة الفتح فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب. (شامي ۲:۱۰۳)

۶- يوجر اذا خاف الشهوة (الطحطاوي المصرى ۱:۳۸۴)

۷- واذا استمنى بكفه ...... فلما انفصل اخذ احليله حتى سكنت فارسل فخرج بلا شهوة (فتح القدير شرح الهداية ۱/۵۴)

۸- ولا امة اوكان الا انه لا يقدر الوصول اليها لعذر (شامي ۲:۱۰۳)

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مشت زنی کی اجازت ہے۔ کنوارہ ہو یا بیوی اور لونڈی کو جب کوئی عذر ہو مثلاً حیض و نفاس وغیرہ۔ اسی طرح اگر کسی کو زنا کا خوف ہو یا شہوت کا غلبہ ہو پھر وہ مشت زنی کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں ہے۔ امید ہے کہ اس کو کوئی عذاب بھی نہیں ہوگا بلکہ ایسے حالات میں مشت زنی واجب ہے اور اس کو ثواب بھی ملے گا نیز اگر روزے کی حالت میں بھی مشت زنی کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اور اگر مشت زنی کرتے ہوئے انزال کے وقت عضو کے سوراخ کو پکڑ کر شہوت کو ٹھنڈا کرے تو پھر اگر منی خارج ہو جائے تو اس سے اس پر غسل لازم نہ ہوگا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ ایسے کاموں سے دلچسپی کن کی ہے؟ نواب صاحب نے تو حرام ہونے

کی تصریح کی ہے بلکہ اسی کتاب نزل الابرار۲:۲۶ میں صاف لکھتے ہیں کہ:۔

وھو مکروہ کراھة التحریم عندنا .

ہمارے ہاں تو مشت زنی مکروہ تحریمی ہے۔

باقی حدیث: ”من نکح بیدہ فھو ملعون“ کوضعیف کہنے والے کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ توان کی تحقیق ہے اور اس روایت پر مشت زنی کی حرمت کا دارومدار بھی نہیں ہے بلکہ اس کیلئے دلیل قرآن کی یہ آیت کافی ہے:۔

إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ (المؤمنون:۶،۷)

سوائے اپنے بیویوں اور کنیزوں کے جو ان کے قبضے میں ہوں کیونکہ ان کے معاملے میں ان پر کوئی ملامت نہیں البتہ ان کے سوا جو کوئی اور ذریعہ چاہے تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

نواب صاحب حاشیہ میں دوسری روایت لکھ کر اس روایت کو موید بناتے ہیں گویا کہ متابعت اور شواہد کی وجہ سے ضعف قادح نہیں رہتا۔ عجیب بات ہے کہ نواب صاحب کی مکمل عبارت آپ ہضم کر گئے اور آپ کو ڈکار بھی نہ آئی۔ فقط ”قیل“ والے الفاظ نقل کر کے کہتے پھر رہے ہیں کہ نواب صاحب نعوذ باللہ مشت زنی جائز کہتے ہیں مگر دنیا نے دیکھا کہ اس ”قیل“ سے مراد کون تھے اور اس کو واجب بلکہ عین ثواب کا کام کہنے والے کون تھے؟

ہمارے مذہب (اہلحدیث) میں تو اس طرح ہے کہ اگر شہوت کا غلبہ ہو اور بیوی نہیں ہے تو روزے رکھے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:۔

ومن لم یستطع منکم الباءة فلیصم فانه له وجاء (بخاری)

”جو تم میں شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے اس لئے کہ یہ اس کے لئے ضبط نفس کا ضامن ہے“۔

ایضاً ضبط نفس کے متعلق بھی ہمارے مذہب میں ہے کہ:۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور:۳۳)

''ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہئے جو اپنا نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنادے''۔

مسئلہ۱۰: ﴿ وله الاستمناء بيدها﴾

اقول: مولانا صاحب! یہ بھی آپ کے جز ہیں۔ سنیں! شامی شریف۲:۱۰۰ میں ہے کہ:۔

ويجوز ان يستمني بيد زوجته وخادمته. آه

''نیز اپنی بیوی اور خادمہ سے بھی مشت زنی کرانا جائز ہے''۔ سبحان اللہ۔

یہ فقہ اور تہذیب الفقہاء ہے۔ اچھا بیوی تو منکوحہ ہوئی لیکن خادمہ سے مشت زنی کرانا تو عجیب تہذیب ہے۔ یہ مسائل اور ان جیسے دوسرے مسائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ فقہ حنفی بادشاہوں' امیروں' پیروں اور وڈیروں کی سہولت کیلئے ہے اس لئے کہ خادمائیں تو بڑے آدمیوں کے پاس ہوتی ہیں۔ یہ سب ان لوگوں کی عیش پرستی کے طریقے ہیں۔ بلکہ آپ کے فقہاء نے عورت کو جس طرح استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اس کا بیان آنے والے مسئلہ میں آئے گا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ بیوی کو آپ کس طرح استعمال کرتے ہیں؟

وسوف ترى اذا انكشف الغبار
أفرس تحت رجلك ام حمار

نیز آپ نے یہ بھی قبول کیا ہے کہ ہم بری نہیں ہیں۔ آخر آپ انکار بھی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ہر برے کام میں حرام کردہ چیز کو کسی نہ کسی طرح استعمال کی اجازت بھی تو آپ کے پاس سے ملے گی۔

قلم کو زبردستی روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور زیادہ کیا لکھیں؟

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ آپ نے ہمیں گھر کی صفائی کیلئے کہا ہے مگر ہمارے گھر کی کتابوں (قرآن وحدیث) میں کسی بھی مسلمان کو اعتراض کی بات نہیں ملے گی۔ باقی دوسری کتابیں نہ

ہمارے پاس معتبر ہیں اور نہ سند اور نہ ہی حجت ہیں۔ اس لئے نہ ہی ان کتابوں کو ہماری طرف منسوب کیا جائے اور نہ ہی وہ ہمارے گھر کی کتابیں ہیں۔

مسئلہ ۱۱: ﴿دبر میں کرنا بڑا گناہ نہیں ہے۔ الخ﴾

اقول: مولانا صاحب! یہ کس جملے کا ترجمہ ہے۔ اللہ سے ڈریں۔ اتنا بھی ناحق نہ کریں۔ نواب صاحب کی عبارت اس طرح ہے۔

وعندنا لا یکون حکم الوطی فی الدبر کحکم الوطی فی الحیض لان حرمة الآخر قطعیة بخلاف حرمة الاول.

یہ عبارت آپ نے بھی لکھی ہے مگر اس عبارت کے کون سے لفظ میں ہے کہ یہ بڑا گناہ نہیں ہے۔ جبکہ نواب وحید الزمان تو حرام ہونے کی تصریح کرر ہے ہیں پھر بھی اتنا جھوٹا الزام۔ نواب صاحب تو اتنا کہتے ہیں کہ اتیان فی الحیض کی حرمت اتیان فی الدبر سے سخت شدید ہے جو کہ نص قرآنی سے ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (البقرة: ۲۲۲)

جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس میں جو چھوٹا گناہ ہے یہ کہاں سے لیا ہے؟ کیا حرام کام درجات میں متفاوت نہیں ہوتے؟ یہ بھی آپ کا ہی مسئلہ ہے کہ حرمت از قرآن قطعی اور خبر واحد کی حرمت ظنی ہے۔ نیز قرآن کریم میں ہے کہ:۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا
ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥
(الانعام ۱۵۱ تا ۱۵۳)

آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کرو انصاف کے ساتھ، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔

آپ بتائیں کہ یہ تمام کام ایک جیسے حرام ہیں؟

الٹی سمجھ کسی کو ہرگز خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

بلکہ یہی علت آپ کے فقہاء نے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ حاشیہ شرح العقائد النسفیۃ: ۱۲۱ میں ہے کہ "لکونہ حرمۃ ثابتۃ بدلیل ظنی". یعنی وطی فی الدبر کی حرمت دلیل ظنی سے لی ہوئی ہے نہ کہ قطعی سے۔ بس یہی الفاظ نواب صاحب نے کہے تھے جو آپ کے بڑے لکھ گئے تھے۔

فقہ حنفی اور دُبر میں وطی

مولانا صاحب! دُبر سے دلچسپی تو فقہ حنفی میں نظر آ رہی ہے جیسا کہ ان اقتباسات کو غور سے پڑھنے کے بعد آپ کو بھی نظر آئے گی۔

۱ - ولو فعل هذا بعبده او امته اوزوجته بنكاح صحيح او فاسد لا يحد اجماعا (خزانة الرواية باب حد الزنا : ۲۴۶)

''اور اگر کوئی لونڈی یا غلام یا اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرے باجماع علماء احناف اس پر کوئی حد نہیں''۔

۲ - ووطئها فى الدبر علي المعتمد (در مختار علي هامش الشامي ۲ : ۵۳۰)

''یعنی حنفی مذہب کے معتمد علیہ قول کے مطابق رجعی طلاق دی ہوئی عورت کی دبر میں وطی کرنے سے رجوع ہو جائے گا''۔

اور صاحب شامی اسی صفحے پر اس عبارت کی شرح میں لکھتا ہے کہ:۔

لان عليه الفتوى كما فى الفتح والبحر.

''ہم احناف کا فتویٰ بھی اسی قول پر ہے جیسا کہ فتح القدیر اور البحر الرائق میں ہے''۔

۳- ابيح وطي حامل والجماع فيما دون الفرج .

(خزانة الرواية فصل في العزل واسقاط الولد: ۳۷۰)

''یعنی فرج کے علاوہ ہر جگہ عورت سے وطی کرنا مباح ہے''۔

نواب وحید الزمان نے تو باوجود حرمت کی تصریح کرنے کے صرف یہی کہا کہ " اتيان فى الحيض" کی حرمت کے برابر نہیں ہے تو آپ نے یکدم آسمان سر پر اٹھا لیا ہے مگر یہاں خاموشی کیوں؟ اس لئے کہ فقاہت اور فقہاء کی یہ تحقیق ہے۔ ہر جگہ کا مطلب نہ جانے کہاں تک پہنچے گا۔

اب یہ عبارت بھی ذرا دیکھنا:۔

۴- اذا ادخل الرجل ذكره في فم امرأته قد قيل يكره وقد قيل بخلافه (عالمگیری ۴: ۲۵۴ الباب الثلاثون من كتاب الكراهة)

''عورت کے منہ میں عضو مخصوص ڈالنا کسی فقیہ کے ہاں حرام نہیں ہے لیکن بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک مکروہ بھی نہیں ہے'' نعوذ باللہ۔

بیوی کو معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں؟ عیش پرستی کی بھی حد ہوتی ہے بلکہ مزید صاف لکھا ہے کہ دبر میں کرنا زنا نہیں ہے جیسا کہ فرمایا:۔

۵- انه ليس بزنا ...... ولا هو في معنى الزنا (هدايه ۲:۵۱۶)

۶- حتی کہ زنا کی تعریف آپ کے پاس تو اس طرح سے ہے کہ:۔

في الكنز الزنا وطي في قبل خال عن ملك وشبهة.

(خزانة الرواية باب حد الزنا: ۴۴۵)

اور قاضی خان ۴:۸۲۰ کتاب الحدود میں ہے کہ:۔

اما الزنا وهو ايلاج الذكر في قبل الاجنبية.

یعنی زنا عضو مخصوص سے کسی عورت (کی شرمگاہ) میں وطی کرنے کو کہتے ہیں لیکن دوسری جگہ تو زنا نہیں کہیں گے۔ اسی لئے تو آپ کے پاس وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرہ بھی ثابت نہیں ہوتی چنانچہ:۔

۷- عالمگیری ۲:۲۸۳ میں ہے کہ:۔

ولو نظر إلى دبر المرأة لا تثبت به حرمة المصاهرة كذا في فتاوى قاضي خان وكذا لو وطئ في دبرها لا يثبت به الحرمة كذا في التبيين.

''عورت کی دبر دیکھنے یا اس میں وطی کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی پھر اس کو رخصت ہے کہ جس بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے چاہے اس کی ماں یا بہن یا لڑکی سے بھی شادی کر لے''۔

نیز لڑکی سے وطی کے متعلق پڑھیں۔

۸- ولو وطي امرأة في دبرها اولاط بغلام لم يحد عند ابي حنيفة (خزانة الرواية باب حد الزنا: ۴۴۶) **وهكذا في قاضي خان ۴: ۸۲۲ .**

۹- بلکہ خود اپنی دبر میں وطی کرنے کے متعلق درمختار کی عبارت ہم نے رسالہ التفصیل میں نقل کی ہے۔ حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے اس فعل کو جنت کی نعمتوں میں سے شمار کیا ہے۔

(الشامی والدر ۳: ۲۴۰ باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجب الحد)۔

نیز خزانۃ الروایۃ باب حد الزنا: ۴۴۷ قلمی نسخے میں ہے کہ:۔

فی عریضۃ اللطائف دربیان ولدان وغلمان فی قوله تعالی یَطُوفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ وقوله تعالی کَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ

پیغامبر فرموو غلمان وولدان یکے است وآں کودکان کہ اہل بہشت را خدمت کند بعضے چوں مروارید سفید وبعضے چوں مروارید لعل اندام خون رنگ وہر کہ آں رابیند عاشق ایشاں گردد گوشوارہ چوں درگوش زناں ودستوانہ نیز ہم چناں واز بالا صورت مرد واز فرد ہم چوں زناں تا اگر مؤمناں را خاطر کشد مراد شاں حاصل گردد اکنون چوں از فرود ہم چوں زنند از بہر ایں معنی تا اہل بہشت غیرت نہ کنند کہ درحرم مرد چہ کنند۔

۱۰- لا یکرہ بیع جاریۃ ممن یاتیھا فی دبرھا اوبیع غلام من لوطي(الشامي ۵: ۲۵۰)

ایسے آدمی کو لونڈی یا غلام فروخت کرنا جو دبر میں وطی یا لواطت کرتا ہو تو اس تجارت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اب آپ بتائیں کہ دبر کے استعمال کیلئے حالات سازگار کون بنا رہا ہے؟

۱۱- آپ کی عقائد والی کتاب میں ہے کہ:۔

وفی استحلال اللواطۃ بامرأته لا یکفر علی الاصح.

(شرح العقائد النسفیه: ۱٦۸)

"بیوی کی دبر میں وطی کو حلال کہنا صحیح مذہب کے مطابق کفر نہیں ہے"۔

اب آپ ہی بتائیں کہ دبر کی قدر وقیمت آپ کے پاس ہے یا کسی اور کے پاس؟

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ:۔

لا تا توا النساء في أدبارهن (مسند ابی یعلی الموصلی)

عورتوں کے ساتھ دبر میں صحبت مت نہ کرو۔

لا ينظر الله يوم القيامة الي رجل اتي امرأته في دبرها (بیهقی)

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھیں گے جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرے گا"۔

من اتي النساء في اعجاز هن فقد كفر (طبرانی)

"جو شخص عورتوں کی دبر میں وطی کرتا ہے وہ کفر کرتا ہے"۔

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ ع۲۸ پ۲)

ان عورتوں کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں آنے کا حکم دیا ہے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ. (المؤمنون)

جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

مسئلہ ۱۲: ﴿بیٹی سے نکاح جائز ہے﴾

اقول: مولانا صاحب! یہ سراسر بہتان ہے۔ جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں وہ نزل الابرار میں نہیں بلکہ اس میں یہ الفاظ ہیں:۔

فصل تحرم ابدا الام وهي الوالدة والجدة من كل جهة اي لاب اولام وان علت والبنت ولو كانت من زنا او شبهته وهو الحق لاطلاق قوله تعالي وبناتكم وقيل تحل له بنته من الزنا لان الحرام لا يثبت به الحرمة وقال النبي ﷺ الحرام لا يحرم الحلال والمصاهرة والنسب ويكفي في التحريم ان يعلم انها بنته ظاهر او

ان كان انسب لغيره (نزل الابرار ۲: ۱۹)

اس میں واضح الفاظ ہیں کہ بیٹی حرام ہے چاہے زنا سے ہو یا شبہ ہو اور حق مذہب بھی یہی ہے کہ بیٹی ہر حالت میں حرام ہے۔ ''قیل'' سے مجہول قول نقل کرنے کے بعد پھر اس لئے لکھتے ہیں کہ ''حرام ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے چاہے نسب جس کا بھی ہو'' مگر ظاہر ہے کہ اس کی بیٹی ہی معلوم ہوتی ہے اس لئے ہر حالت میں یہ حرام ہے۔ ایسی صاف بات کو چھپا کر کسی مسلمان کی طرف غلط نسبت کرنا یہ عالم دین کیلئے بدترین دھبہ ہے۔

مولانا صاحب! آپ کے مذہب میں تو اس سے زیادہ کی بھی اجازت ہے جیسا کہ میں نے سابقہ رسالے میں قاضی خان کے حوالے سے بات نقل کرتے ہوئے بتایا تھا کہ آپ کے ہاں تو اگر سگی بیٹی سے نکاح بھی کیا اور وطی بھی کی' اس پر بھی کوئی حد نہیں ہے۔ اب آپ ہی دیکھیں کہ اس سے کتنی گنجائش نکلتی ہے۔

صورت دوم: آپ کے مسلک میں ہے کہ صغیرہ نابالغہ سے وطی کرنے والا' اس کی بیٹی اور ماں سے نکاح کرسکتا ہے۔ قاضی خان ۴: ۴۰۷۔ ۴۰۸ میں ہے کہ:۔

زنا بصغيرة لا تحتمل الجماع فافضاها لاحد عليه في قولهم ...... ولا تحرم عليه امها وبنتها بهذا الوطئ.

''یعنی اگر کسی نے چھوٹی نابالغہ سے وطی کرتے ہوئے اس کو زخمی کردیا تب بھی اس پر اس کی ماں اور بیٹی حلال ہے''۔

صورت سوم: ابھی مسئلہ: ۱۱ میں گزرا ہے کہ وطی فی الدبر سے آپ کے پاس حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

صورت چہارم: **''ويثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد كذا في محيط السرخسي''** (عالمگیری ۲: ۲۸۱، ۲۸۲)

''پھر فاسد نکاح والی عورت (مثلاً متعہ والی وغیرہ) میں اگر بیٹی ہو تو یہ فقہی عبارت کے مطابق حرام نہ ہوگی''۔

یہ ہے نواب صاحب کے ”قیل“ سے مراد۔نواب صاحب تو ہر حالت میں حرام کہہ رہے ہیں باقی آپ کی فقہ تو یہ کہہ رہی ہے کہ فاسد نکاح والی کی بیٹی سے بیشک نکاح کرلیں۔

صورت پنجم: ”وكذا لو جامعها بخرقة علي ذكره“ (شامي ۲: ۲۸۰)

اگر کوئی عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر کسی عورت سے وطی کرتا ہے تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی پھر چاہے اس کی ماں، بیٹی اور بہن سے نکاح کرلے۔

اسی طرح عالمگیری ۲: ۲۸۵ پر بھی لکھا ہوا ہے۔

مولانا صاحب! بتائیں کہ یہ حرام کو حلال بنانے کے حیلے نہیں ہیں؟ اللہ سے ڈریں جتنا ہی آپ فقہ کو بچانے کی کوشش کریں گے اتنے ہی مزید راز فاش ہوں گے کیونکہ:۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

”لف خرفه“ والے مسئلے نے تو آپ کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

اب ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر فقہی روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

صغيرة فزعت في المنام فهربت إلى فراش والدها عريانة وانتشر لها ابوها وهي ابنة ثمان سنين قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل اخشى ان تحرم والدتها علي ابيها (قاضی خان ۱: ۱۶۶)

حنفیو! اپنی فقہ پر اب ماتم کرو، افسوس کرو اور اپنے آپ کو پیٹو کہ کیا بیٹی ننگی ہو کر باپ کے پاس آئے اور باپ کو انتشار ہو جائے۔ ”کبرت کلمة تخرج من افواههم“ اب بھی اس فقہ کی حمایت کریں گے اور اس کے برحق ہونے کا دعویٰ کریں گے اور اس کو دین سمجھیں گے یا فقہ القرآن والحدیث کہیں گے؟

نہ عارض نہ زلف رونا دیکھتے ہیں
نہ جانیں کہ ان میں وہ کیا دیکھتے ہیں

سگی ماں اور بیٹی سے نکاح کی شرمناک مثال:

اما لو دخل بها صغيرة لا تشتهى فطلقها فاعتدت بالاشهر ثم تزوجت بغيره فجائت ببنت حل لواطي امها قبل الاشتهاء التزوج بها (الشامي ۲: ۲۷۸)

مثلاً زید نے نابالغ لڑکی سے شادی کی اور دخول کے بعد طلاق دے دی۔ اس نے عدت گزارنے کے بعد دوسرے آدمی سے شادی کر لی اور اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی' اس لڑکی سے زید کو شادی کی اجازت ہے۔ پہلے ماں سے پھر اس کی بیٹی سے۔

اب بھی فقہ میں یہ عقیدہ رکھیں کہ:۔

پھرے زمین پھرے آسمان ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گر خدا پھر جائے

مسئلہ ۱۳: ﴿**اما عند اهل الحديث فشرب الدخان واكل التنباك مكروه تنزيه**﴾

اقول: مولوی صاحب! یہاں بھی آپ کی زبردست خیانت ہے' پوری عبارت اسی طرح ہے کہ:۔

اما عند اهل الحديث فشرب الدخان واكل التنباك مكروه كراهة تنزيه او تحريم (نزل الابرار ۲: ۲۱۶)

''اہلحدیث کے نزدیک سگریٹ پینا یا تمبا کو کا نشہ کرنا مکروہ تنزیہی...... یا مکروہ تحریمی ہے''۔

آپ نے کتنی بڑی خیانت کی ہے کہ عمداً '' **او تحریم**'' کے لفظ کو حذف کر کے دھوکہ میں ڈال کر نواب صاحب کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

سگریٹ' حقہ وغیرہ نہ کسی اہلحدیث اور نہ ہی نواب صاحب کے نزدیک جائز ہے بلکہ اس چیز سے منع کرتے ہیں اور بعض تو اس میں سختی کرتے ہیں اور بعض اس کو مکروہ تنزیہی اور بعض اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ آپ کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ اہلحدیث کے نزدیک سگریٹ یا تمبا کو پینا جائز ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ جواز کا مسئلہ آپ نے نواب صاحب کی کس عبارت سے لیا ہے؟

آپ سے گزارش ہے کہ آپ ذرا اپنے گھر میں تو جھانک کر دیکھیں وہاں کیا اندھیر ہے؟۔علماء دیوبند کے سرتاج مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ:۔

''حقہ پینا مباح ہے مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا درست نہیں''۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۶)

مولانا صاحب! اب سنائیں مکروہ کہنے پر تو آپ آگ بگولہ ہو گئے تھے اب تو مباح ہو گیا ہے۔ اس کے کھانے پینے میں کوئی کراہت نہیں رہی۔ فقط مسجد میں آنے سے پہلے کلی کر لینی چاہئے۔اب حکیم الامۃ الحنیفہ کا بھی فرمان سنیں:۔

''بضرورت کھانا پینا دونوں جائز ہیں اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ نہیں ہے''۔

(فتاویٰ امدادیہ ص ۱۴۷)

مولانا صاحب! کہیں تو مزید عبارات لکھوں' آپ کی بیشمار کتابیں میرے سامنے ہیں' آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے مایہ ناز مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس کے حلال کے متعلق تیس صفحات پر مشتمل '' ترويج الجنان بتشريح شرب الدخان'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا۔ اسمه ينجر عن رسمه اور اس میں بہت سارے حنفی علماء مثلاً علامہ عبدالغنی نابلسی' علامہ حموی' علامہ احمد طحطاوی سے تمباکو کا حلال ہونا نقل کیا ہے۔ذیل میں اس رسالے سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

۱- والحق في الا ختلاف الاول هو الاباحة ولا سبيل الي اثبات الحرمة من الادلة الشرعية (ص:۲۲)

۲- هل يجوز اكل التنباك اختلفوا فيه فمن كره الاستعاط به تحريما كره اكله كذالك ايضا ومن جعله تنزيها جعله تنزيها والحق انه لا وجه لهذا ولا لذالك فلا يبقي الا الا باحة فيما هنالك كيف وفي اكله خصوصا مع الورق الماكول في ديارنا منافع كثيرة ليعلمها مستعملوها لطبائع سليمة (ص:۴۳)

۳- ذكر صاحب التبيان في الزجر عن شرب الدخان عن الفاضل هاشم السندهي انه قال يجوز للتداوى وبدونه لا ينبغي ان يفعل ولو فعله احد في الصوم افطر ولم يلزم الكفارة (ص:۴۰)

۴- ماء التنباک الذی يقال له ما القدرة وهو ما يجعل في آلة شرب الدخان المعروفة في ديارنا بحقة قيل نجس ولا وجه له فان الحاقه بالماء المنتن بطول المكث المتفق علي طهارته اولي من الكل لبقاء اسم الماء فيهما وقد صرح علمائنا بان المشقة تجلب التيسير وجعلها في الاشباه قاعدة وذكرلها فروعا مما تعم به البلوي وحكم في بعضها بالطهارة وفي بعضها بالعفو لعموم البلوي فينبغي ان يكون ماء التنباک علي تقدير تسليم استحالته ونجاسته اما طاهر او معفو عنه لعموم البلوي (ص ۴۴.۴۳)

ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ تمبا کو حلال ہے اور اس کو حرام کرنے کیلئے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔اس لئے تمبا کو کا کھانا' پینا' ناک میں لینا یہ سب جائز ہے۔خاص کر پان میں استعمال کرنا تو بہت مفید ہے۔بقول شاعر ؎

نہ پا سکیں گے کبھی ناقہ حبیب کی گرد
غبار راہ سے جو کارواں رہے آزاد

نیز حقے کا پانی پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے کا کوئی بھی سبب نہیں ملتا۔فرضاً اور تقدیراً اگر اس کو پلید کہیں گے تو تب بھی عمومی بلوئی کی وجہ سے طاہر یا معفو عنہ ہے۔

مولانا صاحب! کیسے اب تو ضرور خوشی سے جھوم گئے ہوں گے؟

مسئلہ ۱۴: ﴿شراب میں گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی کھانا﴾

اقول: مولانا صاحب یہ بھی آپ کی فقہ کا مسئلہ ہے۔درمختار علی ہامش الشامی ۱:۲۲۳ میں ہے:۔

فقہ حنفی اور شراب

ولو عجن خبز بخمر صب فيه خل حتیٰ يذهب اثره فيطهر آه.

قاضی خان ۴: ۳۷۶ اور عالمگیری ۴: ۲۹۴ میں ہے:۔

كالرغيف اذا وقع في خمر ثم في خل يطهر و كذا الرغيف اذا خبز بخمر ثم وقع في الخل.

شراب میں آٹا گوندھے اور اس کو بعد میں سرکے میں گوندھ لے تو وہ روٹی پاک ہے۔اسی طرح اگر روٹی شراب میں گر جائے اس کو نکال کر سرکے میں بھگو دیں تو وہ روٹی پاک ہو جاتی ہے۔

یہ تمام مسائل آپ کے دربار عالیہ سے صادر ہوتے ہیں۔

بلکہ امام ابو یوسف کے فتویٰ کے مطابق شراب میں گوشت پکا کر تین دفعہ اس کو پانی میں ڈال کر نکال لیں تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ "**ففی القاضی خان ۱ : ۱۲ وعند ابی یوسف يغلی اللحم فی الماء الطاهر ثلاثا فيطهر آه**"۔

مزید شراب کے متعلق دلچسپ مسائل اگلے مسئلے میں ذکر کیے جائیں گے۔

مسئلہ۱۵: ﴿**لو سقیء ما يؤكل لحمه خمرا فذبح من ساعته حل اكله**﴾

اقول: مولانا صاحب! یہ عبارت بھی آپ کی کتابوں کی ہے۔قاضی خان ۴: ۵۷ کتاب الاشربة میں ہے کہ "**فان سقاشاة و ذبحها من ساعة اكل لحمها**"

اور عالمگیری ۴: ۲۱۸ **الباب الحادی عشر من كتاب الكراهة** میں ہے:۔

ولو شرب شاة خمرا فذ بحها من ساعته لا يكره.

یہ ثابت ہوا کہ اگر بکری نے شراب پی ہو اور اس کو فوراً ذبح کر لیا جائے تو اس کا گوشت حلال ہے۔اس میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن نواب صاحب نے تو اپنی عبارت میں صاف (یکرہ) کے الفاظ لکھے ہیں۔نزل الابرار ۳: ۹۳ یعنی مکروہ ہے۔ یہ عبارت آپ نے جان بوجھ کر حذف کر

دی ہے' کیا یہ دیانتداری ہے؟ شاید آپ کو نواب صاحب پر اس لئے غصہ آیا ہے کہ انہوں نے مکروہ کہا ہے' اس لئے کہ آپ کی کتابوں میں مثلاً عالمگیری کے مطابق مکروہ بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کو نواب صاحب پر غصہ اس لئے آیا ہو کہ جو چیز آپ کے ہاں مکروہ نہیں ہے' اس چیز کو نواب صاحب نے مکروہ کہا ہے۔

مولانا صاحب! ناراض نہ ہوں۔ عالمگیری کے اسی صفحے میں ہے:۔

وذكر محمد جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکله ویکره.

''جس بکری کے بچے نے گدھی کا دودھ پیا اس کا گوشت کھانا حلال ہے لیکن مکروہ کہلائے گا''۔ اب آپ کیا کہتے ہیں یہ عبارت تو نواب صاحب کی عبارت کے مشابہ ہے۔

ذرا غور کریں بقول شاعر۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ایک اور مزیدار عبارت پیش خدمت ہے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص ۴۸۳ جلد ۵ میں ہے:۔

الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد عللوا حل اکله بصیرورته مستهلکا لا یبقی له اثر.

اور قاضی خان ۴: ۸۰۷ میں ہے'' **اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لا باس به**''

خنزیر کے دودھ پر پلے ہوئے بکرے کے بچے کا گوشت بھی حلال ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مولانا صاحب! اب اعتراض کریں؟ اور فقہ کو بچائیں؟ دیکھتے ہیں کہ کیسے فقہ بچتی ہے؟

شب چوں روز شدہ از شمع رخسارت
جامہ بروئے کشی یا نہ کشی ظلماں نہ شود

اوپر مسئلہ۔ ۴ میں گزرا کہ شراب سے جب تک نشہ نہ ہو' حرام نہیں ہے نیز علاج اور پیاس کی وجہ سے بھی جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ شراب کیلئے بھی آپ کے پاس گنجائش موجود ہے۔ آپ نے ام الخبائث کا بھی گیت گایا ہے لیکن آپ کی کتابوں میں تو اس کے برعکس ہے۔ اسی لئے حافظ

شیرازی نے اسی طرح کے فقہاء کی ترجمانی یوں کی ہے۔

آں تلخوش کہ صوفی ام الخبائث خواند
اشھی لنا واحلی من قبلة العذارا

بلکہ شراب کیلئے تو کئی ایسے مسائل ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

ا- ولو القی فی الخمر سمکا وملحا واتخذ من ذالک مربا ذکر في الکتاب لا باس به (قاضي خان ۴: ۶۷۲)

''اگر مچھلی اور نمک کو شراب میں ڈال کر مربہ بنالیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

۲- رجل حمل لذمی خمرا فانه یطیب له الاجر.

(جامع صغیر امام محمد ص ۱۵۳)

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اگر کسی کو مزدوری پر شراب اٹھوا کر لے جانے کو کہے تو اٹھانے والے کیلئے یہ مزدوری پاک ہے''۔

سبحان اللہ! اس سے کوئی دوسرا اجر والا کام ہے' اب بھی ام الخبائث کہتے ہیں؟

۳- ان ما یتخذ من الحنطة والشعیر والعسل والذرة حلال عند ابي حنیفة ولا یحد شاربه عنده وان سکرمنه...... وهذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی ...... واذا تخللت الخمر سواء صارت خلا بنفسها او بشئ یطرح فیها ولا یکره تخلیلها.

(هدایه: ۴۹۶-۴۹۷-۴۹۹ اخیرین)

یعنی گندم' جو شہد اور مکئی سے اخذ کی گئی شراب امام صاحب کے نزدیک حلال ہے اور نشہ بھی ہو تب بھی امام صاحب کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

اگر انگور کا رس جوش دے کر گرم کیا جائے اور اس کا تیسرا حصہ باقی رہے' اس کے باوجود امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک طاقت حاصل کرنے کیلئے جائز ہے۔ اگر شراب کا سرکہ بنالیا

جائے تب بھی حلال ہے اور شراب کا سرکہ بنانے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

ہم اہلحدیثوں کے نزدیک سرکہ بنی ہوئی شراب حرام ہے اور اس کا سرکہ بنانا بھی ناجائز ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(صحیح مسلم)

۴- دل عليه جواز اساغة اللقمة بالخمر.

(درمختار برهامش شامي ۵: ۲۴۹)

''شراب کا گھونٹ بھر کے لقمے کو حلق سے نیچے اتارنا بھی جائز ہے''۔

۵- وصح توكيل مسلم ذمي يبيع خمرا و خنزيرا وشراء هما .

(درمختار على هامش الشامى ص۴۱۷ ج۴)

''اگر مسلمان کسی ذمی کو شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کیلئے وکیل مقرر کرے جائز ہے''۔

مولانا صاحب! آپ کی کتابوں میں کسی نہ کسی طرح شراب کی تجارت اور اس کے حلال ہونے کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چوٹ دشمن کی بھی ضائع نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں آپ کے فقہاء کے تفقہ کا اعتراف ہے اور ان کو داد دینے کیلئے مجبور ہیں اس لئے جہاں انہوں نے شراب کو حلال کہا ہے وہاں اس کی وجوہات بھی بیان کی ہیں جیسا کہ شامی صاحب ۶: ۴۵۶ میں فرماتے ہیں:۔

فان الخمر موعودة فى العقبى فينبغي ان يحل من جنسها في الدنيا انموذج ترغيبا.

''چونکہ جنت میں شراب کے ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے لہٰذا اس دنیا میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی جنس حلال ہونی چاہئے تاکہ بہشت والی شراب کی رغبت پیدا ہو''۔

اس لئے کہ بغیر چکھے اور مزہ لئے اس کے سرور اور ذائقہ کا کیسے پتہ چلے گا کہ وہاں کیا ہوگا؟ کیا لطف اور مزے ہوں گے؟ یہ ہے آپ کی فقہ جس کا بھرم رکھنا آپ فرض سمجھتے ہیں اور جس پر سے پردہ اٹھانا آپ ایسا گناہ سمجھتے ہیں جیسے کہ اس کی مغفرت کی کوئی امید باقی نہ ہو۔

سچ ہے کہ

بمئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

فقہ حنفی اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

مسئلہ ۱۶: ﴿سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق﴾

اقول: مولانا صاحب نواب صاحب نے آپ کے بڑے سے یہ عبارت نقل کی ہے' آپ کے حنفی مفسر آلوسی کی تفسیر ''روح المعانی'' کھول کر دیکھیں' لکھتے ہیں:۔

واستدل بها (اَلْآية يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا الْاٰية) علي ان من الصحابة رضى الله عنهم من ليس بعدل لان الله تعالى اطلق الفاسق علي الوليد بن عقبة فيها فان سبب النزول قطعي الدخول وهو صحابي بالاتفاق فيرد بها علي من قال انهم كلهم عدول ولا يبحث عن عدالتهم في رواية ولا شهادة وهذا احد اقوال في المسالة وقد ذهب اليه الاكثر (۲۶: ۱۳۳)

''آیت مبارکہ ''يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ الآية'' سے دلیل لیتے ہوئے علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ صحابہ میں بعض اعتبار کے لائق نہیں ہیں اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمومی لحاظ سے ولید بن عقبہ کو فاسق کہا ہے۔یہی شان نزول کے لحاظ سے قطعیت سے ثابت ہے اور باتفاق علماء یہ صحابی تھا۔اس لحاظ سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ تمام صحابہ عدول ہیں ان کی عدالت اور شہادت کے متعلق بحث نہیں کی جائے گی۔اس مسئلے کے متعلق یہ ایک قول ہے اور اکثر علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے''۔

اسی طرح آپ کے دوسرے حنفی مفسرین نے بھی مثلاً زمخشری نے تفسیر کشاف میں' نسفی نے

مدارک میں اور ابن حیان الغرناطی نے البحر المحیط میں لکھا ہے۔نواب صاحب نے تو تھوڑی سی بات تحریر کی ہے کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو عدول مانتے ہیں لیکن ان کے ہاں تو کام تمام ہے۔ نواب صاحب کے الفاظ یہ ہیں:۔

ومعنى كون الصحابة عدولا انهم صادقون في الرواية لا انهم معصومون.

(جیسا کہ آپ نے بھی نقل کیا ہے) یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ نواب صاحب صابہ کو عادل مانتے ہیں اور فسق سے مراد خطا سے عدم معصوم ہونا ہے نہ کہ گناہ یا خروج عن الطاعۃ والعیاذ باللہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ غیر نبی کوئی بھی خطا سے معصوم نہیں ہے اور نواب صاحب خود صحابہ ﷺ کو نعوذ باللہ فاسق نہیں کہتے بلکہ انہوں نے مجہول کے صیغے سے نقل کیا ہے کہ " **ومثله يقال معاوية**" یعنی اس طرح جناب معاویہ اور دوسروں کے متعلق کہا جاتا ہے۔

مولانا صاحب! یہ الفاظ جنہوں نے کہے ہیں ان کو بھی ہم ظاہر کرتے ہیں کہ کون ہیں؟

ا- وخصمه من اهل البغى (شامي ۳:۴۷۷) **وذكر في المبسوط ان القضاء بشاهد ويمين بدعة اول من قضي به معاوية** (توضيح ۴:۸ علي هامش التلويح) **لان غاية امرهم البغي والخروج علي الامام** (شرح العقائد النسفية:۱۰۶) "**والصحيح من اطلق** (شرح فقه الاكبر:۸۲) **ان عليالم يكن من اهل الاجتهاد** (حاشيه شرح وقايه چلبى ص:۲۳۲ نولكشور) **دون الفقه كانس وابي هريرة** (نور الانوار مطبوع ديوبند:۱۴۵) **دون الفقه مثل ابى هريرة وانس بن مالك** (حسامي يوسفي:۴۴) **فيهم عدول وغير عدول** (تلويح ۲:۶).

یعنی (**معاذ الله نقل كفر كفر نباشد**) سیدنا امیر معاویہ باغی اسلام، بدعتی، امام پر چڑھائی کرنے والے، محارب اور صحابہ ﷺ کے قاتل تھے اس لئے باغی کہنا صحیح ہے۔

اورسیدنا علی رضی اللہ عنہ مجتہد نہ تھے (گویا کہ چاروں ائمہ سے بھی ان کو کم کہیں گے نعوذ باللہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس خادم الرسول ﷺ دونوں غیر فقیہ (بے سمجھ) تھے۔ صحابہ میں بعض معتبر اور بعض غیر معتبر ہیں۔

سیدہ فاطمہ بنت قیس مجہول تھیں (توضیح بر ہامش تلویح ۲:۶)

سیدنا وابصہ بن معبد اور سلمۃ بن محبق رضی اللہ عنہما کو بھی مجہول لکھا ہے۔ (حسامی:۴۷)

۲- واما سلمان الفارسی رضی الله عنه فهو وان كان افضل من ابي حنيفة من حيث الصحبة فلم يكن في العلم والاجتهاد ونشر الدين وتدوين احكامه كابي حنيفة (الشامي ۱:۴۰)

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (توراۃ وغیرہ کے عالم) اگرچہ صحابیت کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ سے افضل ہیں لیکن علم اور اجتہاد میں اور دین کے نشر کرنے میں اور احکام مدون کرنے میں ان کے برابر نہیں"۔

یہ غلو کے کمالات دیکھیں کہ آپ نے اپنے امام کو صحابی جلیل سے بھی بڑھا دیا ہے نیز درمختار برہامش شامی ۱:۴۱ میں ہے کہ "هو كالصديق" وہ صدیق کی طرح ہے یعنی امام ابوحنیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں گویا کہ وہ دوسرے خلفاء جناب عمرؓ جناب عثمان اور جناب علی سے بہتر ہے۔ اس سے زیادہ بھی کوئی صحابہ کی توہین ہوگی۔

۳- سب الشيخين ليس بكفر (شرح الفقه الاكبر للملا علي القاري ۸۶:۸۷) **ولو قال عمر و عثمان وعلى رضى الله عنهم لم يكونوا اصحابا لا يكفر** (عالمگیری ۲:۸۸۵) **الامر بقتل الحسين لا يوجب الكفر** (شرح الفقه الاكبر للقاري:۸۷)

جناب عمر وعثمان وعلی صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں تو تب بھی اس کو کافر نہیں کہیں گے۔ جناب حسینؓ کے قتل کا حکم دینے والا بھی کافر نہ ہوگا۔

اب بتائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کون کرتے ہیں؟ ان کو غیر معتبر، مجہول اور امن پر بغاوت

کے فتوے اور خروج علی المسلمین کے فتوے لگانا کن کا کام ہے اور پھر ان کو ائمہ سے بھی کم سمجھنا اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کے باوجود بھی آپ کا ایمان قائم ہے اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صحابہ کی جماعت سے خارج کریں تو تب بھی آپ کا ایمان سلامت رہتا ہے۔

مولانا صاحب! تعصب اچھا نہیں۔ اپنی کتابیں کھول کر دیکھیں۔ نواب وحیدالزمان نے تو آپ پر پردہ ڈالا ہے۔ مگر کیا کیا جائے آپ کو اپنی ستر پوشی پسند نہیں آئی اس لئے مجبوراً آپ کے راز کو منظر عام پر لایا جارہا ہے تاکہ جو لوگ صرف حسن ظن کی بناء پر آپ کے مذہب پر فدا ہیں آپ کے ہر حکم کو " کالوحی من السماء " سمجھ بیٹھے ہیں ان کو بھی پتہ چلے کہ حقیقت کیا ہے۔

میں نے تازہ پھول سمجھ کر تیرے عارض چومے
لیکن جب گھر آیا تو ہونٹوں کو جلتا ہوا پایا

بالجملہ ان کے لگائے ہوئے بہتانوں کا جواب دیا گیا اور حقیقت واضح کر دی گئی۔ حق تو یہ تھا کہ آپ یہ عبارتیں دیکھ کر ہم پر اعتراض نہ کرتے۔ بہر حال ہم نے آپ کے اعتراضات کا پردہ چاک کرتے ہوئے کما حقہ وضاحت سے جواب دیا۔ امید ہے کہ اس کے بعد آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ فقہ حنفی کی کتابیں اس سے بھی کہیں زیادہ جواہرات سے بھری ہوئی ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

جمال یار نہ دارد نقاب و پردہ ولے
غبارہ بنشاں تا نظر توانی کرد

مولانا صاحب! مولانا وحیدالزمان کی کتاب نزل الابرار آپ کے ہاتھ لگی ہے جس کو دیکھ کر آپ نے مذہب اہلحدیث کو مطعون بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر آپ کو سوچنا چاہئے تھا کہ نواب وحیدالزمان کس مذہب کا آدمی ہے؟ اور کس جماعت سے اس کا تعلق ہے؟ اگر آپ نے اپنی حنفی بھائی کی لکھی ہوئی کتاب موسوم بہ (حیات وحیدالزمان) جو کہ آپ کے حنفی کارخانے (نور محمد اصح

المطابع) سے چھپی ہے کا مطالعہ کیا ہوتا تو یہ حرکت نہ کرتے .بحر حال آپ کو آئینہ دیکھانے کیلئے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

''مولانا وحید الزمان کا خاندان چونکہ حنفی تھا اس لئے اوائل عمر میں مولانا کو حنفی مسلک سے بڑا شغف رہا' یہی وجہ ہے کہ شیخ مسیح الزمان (ان کے والد) کے ایماء پر جس کتاب کا پہلے ترجمہ کیا وہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''شرح الوقایہ'' ہے۔تعلیم سے فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں اس کی اردو میں نہایت مبسوط شرح لکھی جس میں غیر مقلدین کے تمام اعتراضات کا تارو پود بکھیرا اور مسلک احناف نہایت محکم دلائل سے ثابت کیا ہے اور اس غرض سے اصول فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار کی حدیثوں کی تخریج پر ایک رسالہ لکھا' جس میں بتایا ہے کہ اصول فقہ کا دارومدار حدیث پر ہے۔محض قیاس پر نہیں۔عقائد میں بھی پورے پورے ماتریدی تھے چنانچہ علامہ تفتازانی کی شرح العقائد النسفیہ کی احادیث کی تخریج کی مگر بعد میں آپ برادر بزرگ مولانا بدیع الزمان کی صحبت اور حدیث کی کتابوں کے ترجمہ سے غیر مقلد بن گئے تھے۔(ص:۱۰۰)

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ وحید الزمان ابتداء سے ہی حنفی تھے اور غیر مقلدین کی سخت تردید کیا کرتے تھے۔آخر میں ان کے خیالات تبدیل ہوئے تھے اس لئے یہ نزل الابرار جماعت اہلحدیث کی کتاب نہیں ہوسکتی اور آپ یہ بھی ثابت نہیں کرسکتے کہ یہ کتاب تقلید ترک کرنے کے بعد لکھی ہے۔ " **لانه ليس لكم إلى ذلك سبيل** " . اب دیکھنا یہ ہے جس شخص کی حالت یہ ہو کہ اہلحدیث وغیرہ مقلدین کی تردید زوروشور سے کر رہا ہے اور خاندانی حنفی ہو اس کو اہلحدیث جماعت کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اب دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:۔

''مولانا نے شرح الوقایہ کی شرح غیر مقلدین کی اس شورش کی وجہ سے لکھی تھی جو انہوں نے یہ کہہ کر برپا کر رکھی تھی کہ احناف کے تمام مسائل قیاس پر مبنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں۔اس کتاب میں اہلحدیث کے انہی اعتراضات کا ایک ایک کر کے تارو پود بکھیرا اور نہایت مدلل

جوابات دیئے ہیں''۔ (ص:۱۱۸)

جو شخص شدت سے حنفیت کا حامی اور مسلک اہلحدیث کا مخالف ہو اس کی کتاب کو خالص مذہب اہلحدیث کی کتاب کہنا ہی غلطی ہے اور نواب صاحب نے احادیث کی کتابوں کے ترجمے ۱۳۱۰ھ کے بعد میں مکمل کئے ہیں اور آپ کی وفات ۱۳۳۸ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ اسی کتاب میں مذکور ہے۔ اس کے مطابق نواب صاحب نے تقلید بالکل آخری عمر میں ترک کی ہے تو آپ بتائیں کہ جن کے خیالات میں حنفیت ملوث تھی وہ کیسے فوری طور پر خالص مسلک اہلحدیث کی ترجمانی کر سکتے ہیں؟ بلکہ دوسرا اقتباس آپ ملاحظہ فرمائیں:۔

''مولانا کی تالیفات میں بس یہی ایک کتاب (یعنی ھدایة المھدی من الفقه المحمدی) ایسی ہے کہ جب چھپ کر منظر عام پر آئی تو طبقہ اہلحدیث ہی میں وہ شورش برپا ہوئی کہ تمام لوگ آپ کے سخت مخالف ہو گئے کیونکہ اس کتاب میں ان لوگوں کی رائے میں بھی بعض ایسی باتیں لکھ دی تھیں جن کا لکھنا روا نہ تھا۔ (ص:۱۳۴)

اور یہ کتاب ۱۳۲۴ ہجری میں چھپی تھی (حیات وحید الزمان ص:۱۴۲) اس کے بعد خود نواب صاحب ''وحید اللغات'' مادہ ''رحی'' میں لکھتے ہیں:۔

''اس کتاب پر ہمارے زمانہ کے مسلمانوں کو بہت غصہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کتاب کل مسائل میں کسی فریق کے موافق نہیں ہے بلکہ '' خذ ما صفا ودع ما كدر'' پر عمل کیا ہے نہ اہلحدیث ہمارے زمانہ کے اس کو پسند کرتے ہیں نہ مقلدین نہ امامیہ نہ نام کے سنی جو درحقیقت ناصبی ہیں۔ میرا بھروسہ اللہ جل جلالہ پر ہے۔'' اعتزل تلك الفرق كلها'' پیش نظر ہے۔ جب امام مہدی ظاہر ہوں اس وقت اس کتاب کی صحیح حالت معلوم ہو جائے گی''۔

اس میں کتنی وضاحت کی گئی ہے کہ علماء اہلحدیث نواب صاحب کی کتابوں سے مطمئن نہ تھے انہوں نے بذات خود اس چیز کی وضاحت کی جیسا کہ مذکورہ عبارت سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں:۔

1۔ اہلحدیث اس کی کتابوں کو قبول نہیں کرتے اسی لحاظ سے آپ کا سوال بھی غلط ہوا کہ آپ فقط

احناف کی تردید کرتے ہیں بلکہ نواب صاحب کی تردید آپ کو مطلوب تھی جو ہو چکی ہے۔

2۔نواب وحید الزمان اہلحدیث نہ تھے۔

3۔وہ اہلحدیث کو دوسرے فرقوں کی طرح سمجھتے تھے۔

4۔اہلحدیثوں سے اعتزال اور علیحدگی کا اعلان کرتے تھے۔

دوسرا اقتباس پیش خدمت ہے۔

''مجھ کو میرے ایک دوست نے لکھا کہ جب سے تم نے کتاب ''ہدیۃ المہدی'' تالیف کی ہے تو اہلحدیث کا ایک بڑا گروہ جیسے مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مولوی محمد حسین صاحب لاہوری اور مولوی عبداللہ غازی پوری اور فقیر اللہ صاحب پنجابی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرھم تم سے بدل ہو گئے ہیں اور عامہ اہلحدیث کا اعتقاد تم سے جاتا رہا''۔(وحید اللغات مادہ شر)

مولانا صاحب! اب تو آپ کو یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ نواب وحید الزمان کے خیالات میں اگرچہ تبدیلی آ چکی تھی لیکن اس کے باوجود اہلحدیث علماء کی اس کی تصنیفات کے بعد جو امیدیں اس سے وابستہ تھیں ختم ہو گئی تھیں۔

بقول شاعر ؎

اب تک تیرے جسم کو سمجھا تھا اک اچھوتہ سپنہ
جسے چھو کر میں نے امیدوں کا محل گرایا

گویا کہ اس میں حنفیت باقی تھی اور یہ ''نزل الابرار'' جس کو آپ نے اہلحدیثوں کے مقابلے میں سہارا بنایا ہے یہ اسی کتاب ''ھدیۃ المہدی'' (جس کی وجہ سے علماء اہل حدیث نواب صاحب سے بددل ہوئے تھے) کا خلاصہ ہے اور ہدیۃ المہدی اصل کتاب ہے جیسا کہ خود نزل الابرار کے ابتداء میں خطبہ کے بعد ذکر کرتے ہیں:۔

قد الفت فيه كتابا طويلا سميته بهدية المهدى من الفقه المحمدي درجت فيه المسائل مع اثباتها واحكامها بالشواهد والدلائل

ونقضت فيه حجج المخالفين ومتمسكاتهم ونبهت في كل موضع علي غلطاطهم وعثراتهم غير ان بعض اخواني سال مني ان اجرد له المسائل من غير تعرض الدلائل حتى يكون متنا متينا في فقه اهل الانصاف ونظير المتون الشوافع والاحسان فاستخرت الله تعالى وشرعت فيه مع استيلاء الكبر وتوافر الهموم والبلابل وتكاثر الافكار والقلاقل اسال الله سبحانه ان يجعله متدارسا بين الطلاب والافاضل ومقبولا في الزمن من الآتي والقابل فمن اراد معرفة الحجج والدلائل فعليه بكتاب الهدية ومن قصر نظره على حفظ المسائل فعليه بهذا الكتاب الحافل من حفظه فهو الفقيه الماهر والحبر الباهر وسميته بنزل الابرار من فقه النبي المختار وعلي الله التوكل وبه الاستنصار.

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ نزل الابرار ہدیۃ المہدی کا اختصار ہے بلکہ بعینہ وہی کتاب مع حذف دلائل ہے جس سے جماعت اہلحدیث نے بیزاری کا اعلان کیا ہے۔اس کتاب کی وجہ سے جو اہلحدیثوں کو توقع تھی کہ نواب صاحب اہلحدیث ہو جائیں گے' ختم ہوگئی تھی۔ الغرض نزل الابرار کی عبارتوں سے اگرچہ سب اعتراضات جھوٹے ہیں اور اہلحدیث کے مذہب پر اعتراض بعید از عقل ہے اس لئے کہ نواب صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

''غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی۔ (وحید اللغات مادہ شعب)

یہ عبارت بھی واضح کرتی ہے کہ نواب صاحب نہ غیر مقلد تھے اور نہ اہلحدیث تھے بلکہ اہلحدیثوں پر حملے کرتے رہے اس لئے ان کی کتابوں کو اہلحدیثوں کی کتابیں کہنا بہت بڑا سنگین جرم ہے اس لئے کہ دوسری جگہ اہلحدیثوں کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور

مولوی اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمانوں نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے''۔ (وحید اللغات مادہ شر)

یہ عبارت تو نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ نواب صاحب مقلد تھے جنہوں نے تقلید نہ چھوڑی تھی بلکہ انہوں نے تو حنفی مذہب پر قائم ہونے کا اعلان کیا تھا(۱) جیسا کہ ''نور الھدایۃ'' کے ابتداء میں لکھتے ہیں:۔

''بندہ عاصی پر معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت ایزد مناں محمد وحید الزمان ولد مولوی مسیح الزمان لکھنوی فاروقی حنفی مولف اس کا ان حاجیوں کی خدمت میں جو کہ اس کتاب کے مطالعہ سے مسرور و محفوظ ہوں عرض رساں ہے الخ''۔ (نور الھدایہ ترجمہ شرح الوقایہ مطبع رزاقی کانپور)

مولانا صاحب! اب تو یقین آ گیا کہ یہ آپ کا ہی ایک رکن ہے اور جن کتابوں پر آپ کو اعتراض ہے وہ آپ کے بھائی کی ہی کتابیں ہیں اس لئے کہ نواب وحید الزمان کی حقیقت آنکھوں والوں کیلئے واضح کر دی گئی ہے تا کہ آج کے بعد کوئی صاحب علم و بصیرت ان کتابوں کو آلہ کار بنا کر کوئی مذہب اہلحدیث پر اعتراض نہ کر سکے۔

لقد ظهرت فلا تخفى على احد الا على احد لا يعرف القمرا

مولانا صاحب! آپ نے نزل الابرار سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی توہین کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔

حضرت صاحب! یہ تو آپ کے بھائی کا ہی فتویٰ ہے اور آپ نے مکمل عبارت بھی ذکر نہیں کی۔ ذرا آگے بھی دیکھئے۔ عبارت اس طرح سے ہے۔

۱۔ یہ آپ کے حنفی بھائی نے نسبت کی ہے جو کہ قابل اعتماد نہیں ہے اسلئے کہ یہ انہوں نے تعصب کی بنیاد پر نسبت کی ہے جیسا کہ ان کی عبارتوں میں اہلحدیث کے ساتھ منافرت اور تعصب واضح ہے۔ بموجب اصول متعصب کی جرح معتبر نہیں ہوتی۔

نعم يعزر من اهان ابا حنيفة او الشافعي او غيرهما من المجتهدين والمحدثين والسلف الصالحين وائمة الدين وكذالك من اهان اهل الحديث كالامام البخاري او آذاهم بقول او فعل وكذالك من منع عن سنة النبي ﷺ مثل رفع اليدين عند الركوع وعند الاعتدال اوالجهر بآمين او زجر من فعله او اهانه وكذالك من اوجب تقليد مجتهد معين من المجتهدين في جميع المسائل وطعن تاركه وكذالك من منع المسلمين علي اختلاف مذاهبهم عن دخول المسجد والصلواة فيه اوخص المسجد طائفة منهم.

(نزل الابرار ۲: ۳۰۴)

ہاں! جو شخص امام ابوحنیفہ، شافعی ودیگر علمائے مجتہدین، محدثین، سلف صالحین اور ائمہ دین کی توہین کرے گا اس کو سزا دی جائے گی اور اسی طرح اس آدمی پر بھی تعزیر لگائی جائے گی جو اہلحدیث علماء مثلاً امام بخاری کی توہین کرے یا ان کو اپنے قول یا فعل سے تکلیف دے اور اسی طرح رفع الیدین قبل الرکوع وبعد الرکوع اور بلند آواز آمین جیسی سنت سے اگر کوئی منع کرے گا تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اسی طرح جو تمام علماء مجتہدین میں سے کسی خاص کی تقلید کو واجب کہے اور جو شخص مذہبی ختلافی مسائل کی وجہ سے مسلمانوں کو مساجد میں آنے سے منع کرے یا کسی خاص جماعت کیلئے مسجد مخصوص کرے ان سب پر تعزیر لگائی جائے گی"۔

اور حاشیہ میں " او اذاهم بقول او فعل " کے اوپر لکھتے ہیں کہ:۔

لقول جهلة الاحناف لاهل الحديث انهم ليس لهم مذهب اوهم وهابية او منكر اولياء ونحوه منه.

"جاہل احناف جو اہلحدیثوں کو کہتے ہیں کہ ان کا کوئی مذہب نہیں ہے یہ وہابی ہیں اور اولیاء کے منکر ہیں وغیرہ"۔

اب آپ بتائیں کہ احناف پر یا آمین' رفع الیدین پر ناراض ہونے والوں یا اس پر مسخری کرنے والوں یا اہلحدیث کو وہابی لامذہب کہنے والوں پر تعزیر لگائیں گے؟ یا " افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض" پر عمل کریں گے؟

آپ نے نواب صاحب کی امیر معاویہ کے متعلق جو عبارت نقل کی ہے وہ مکمل نقل نہیں کی اس کے باوجود آپ کی ذکر کردہ عبارت نے ہی آپ کا کام تمام کردیا ہے اس لئے کہ اس میں الفاظ یہ ہیں " ان صحت ھذہ الحکایۃ".

اس سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب اس واقعہ کو صحیح سمجھتے ہی نہیں جس پر اس سوئے ادب واقعہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ نواب صاحب نے اس کو حکایت سے تعبیر کیا ہے اور کسی حدیث یا روایت سے تعبیر نہیں کیا' اس لئے اس سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب اس حکایت کو جعلی سمجھتے ہیں "فاندفع ماورد" آپ نے غیر مقلدین کی تردید کیلئے لکھا ہے۔ مولانا صاحب ان کی کتابوں کو تو کوئی بھی واجب الاطاعت نہیں سمجھتا۔ آپ پر تو کوئی بات نہیں لیکن یہ کتابیں ہمارے ہاں بھی سند کا درجہ یا حجت نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک قابل قبول فقط قرآن وحدیث ہیں بس۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

اس لئے ایسی کتابوں پر تنقید کوئی ضروری بھی نہیں' بالخصوص جب آپ کے سارے الزامات غلط ثابت ہوئے' اس کے باوجود ہمارا دستور ہے کہ تقریر وتحریر کے ذریعے ہم ہر غلط مسئلے کی تردید کرتے ہیں خواہ وہ مسئلہ مقلدین کا ہو یا غیر مقلدین کا۔ آپ نے یہ الزام دیا تھا کہ ہم غیر مقلدین پر تنقید نہیں کرتے۔ آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی؟ آپ کا تو ہمارے ساتھ میل جول ہی نہیں ہے۔ اگر میل جول ہوتا تو آپ کو بھی پتہ چل جاتا۔

باقی تمہاری کتابیں تمہارے پاس عینی دین ہیں پھر بھی یہ غلطیاں' ناحق انبیاء' صحابہ خواہ قرآن و حدیث کیلئے توہین آمیز' دل دہلانے والے' سینہ جلانے والے اور خوف کو گرم کرنے والے مسائل۔

اس سب کچھ کے باوجود ان کتابوں کا تحفظ کرنا اور ان کی طرف سے دفاع کرنا غیرتِ اسلامی کے خلاف ہے۔

مولانا صاحب! اس لئے کہ ابھی ہمارا خون ٹھنڈا نہیں ہوا کہ آپ خرافات کے مجموعہ کو دین نبوی کا نام دے کر لوگوں کو عمل کیلئے مجبور کریں اور ہم خاموش رہیں۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

ہم بے غیرت نہیں کہ آپ جو چاہیں لکھیں اور ہم خاموش رہیں بلکہ غیرت اور محمدی حمیت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ جو بھی چیز حق کے مقابلے میں لائی جائے اس کا مقابلہ کیا جائے' اس کے فتنوں اور نقصانات سے عوام کو آگاہ کیا جائے تاکہ عوام لاعلمی کی وجہ سے آپ کے دام تزویر (جھوٹے مسائل) میں نہ پھنس جائیں اور جن لوگوں کے ذہنوں پر آپ نے حکومتیں کر کے نامرد بلکہ مردہ بنا کر گندم کے عوض جو دے کر ہمیشہ کیلئے قرآن وحدیث سے محروم کر دیا ہے' بالفاظ دیگر ان کو بچہ سمجھ کر لکڑی کا پتان ان کے ہاتھ میں پکڑا کر ان کو غفلت کی نیند سلا دیا ہے ایسے غافلوں کو جگانا بہت ضروری ہے۔

آپ نے ہمارے عربی رسالے بنام " **الجواب الدلاث عن الاسئلة الثلاث**" پر بھی نظر کرم فرمائی ہے کہ نہیں۔ شاید کہ آپ نے رسالہ غور سے پڑھا ہی نہیں ہے۔ ہم نے عربی میں اختصار کی وجہ سے لکھا تھا اور خیال یہ تھا کہ یہ اس طرح مزید دلچسپ ہوگا مگر واقعہ یہ ہے کہ ۔

قدر گل بلبل بدا ند یا بداند عنبری
قدر جوہر شہہ بد اند یا بدا ند جوہری

مسئلہ اولی: ﴿(یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے) کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اس کا ثبوت نہیں ہے﴾

عجیب بات ہے آپ کو صریح روایت بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ لفظ " **حتی یفرغ من صلاته**" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرض نماز تھی اس لئے کہ آپ سنتیں اور نوافل اکثر گھر میں پڑھتے تھے

"**کما لا یخفی علی من طالع کتب الحدیث**" اور آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا امام نہیں بن سکتا۔ ان الفاظ سے ہر ایک جان سکتا ہے کہ آپ نے فرض نماز کے بعد دعا کی ہے۔ اس کے متعلق ہم نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے امید ہے اس کے مطالعہ سے تشفی ہو جائے گی۔

بیس رکعات تراویح پر دعوئ اجماع؟

مسئلہ دوم: ﴿اس مسئلہ میں بھی آپ نے اپنی علمیت دکھانے کی کوشش کی ہے﴾

مولانا صاحب! اذان کے مسئلہ پر تراویح کا قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اذان کے متعلق صریح اتفاق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں رہا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی مرفوع حدیث ہے جبکہ اس کے برعکس آٹھ تراویح کے متعلق تو مرفوع احادیث موجود ہیں جیسا کہ ہم ذکر کریں گے اور بیس تراویح کے متعلق نہ مرفوع اور نہ ہی کوئی موقوف روایت ہے اور جو آپ نے مرفوع روایت مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ذکر کی ہے اس کے ساقط اور نا معتبر ہونے پر محدثین تو کیا سب احناف بھی متفق ہیں۔ خود اپنی کتابیں دیکھیں جیسا کہ **عمدۃ القاری للعینی' التعلیق الممجد لکھنوی' فتح القدیر لا بن الھمام' رد المختار لا بن العابدین' البحر الرائق لا بن نجیم** وغیرہ کا مطالعہ کریں اور موقوف کیلئے بھی ہم کہتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے ہی ثابت کریں ان میں بھی صریح وارد نہیں ہے۔

اگر آپ کی نظر میں کوئی درست اثر ہو تو پیش کریں؟ لیکن یہ بھی یاد رہے۔

نام میرا سن کے مجنون کو جمائی آ گئی ہے
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگے

آپ نے تواتر کا نام لیا ہے لیکن یہ تو بتائیں کہ یہ تواتر روایتی ہے یا عملی ہے؟

علی الاول: تواتر تو کیا اس کے متعلق کوئی صحیح روایت بھی نہیں ہے۔

وعلی الثانی: یہ تو فقط آپ کی تمنا ہے۔ عنقریب اس کی بھی تحقیق ان شاء اللہ پیش کی جائے گا۔

آپ نے روایت "**لا تجتمع امتی علی الضلالۃ**" بھی ذکر کی ہے۔ لیکن پہلے بیس

رکعتوں پر اجماع تو ثابت کریں کہ کس وقت ہوا اور کن مجتہدین نے اس پر اجماع کیا ہے؟ خالی دعوے کرنے سے آپ کو مطلب حاصل نہیں ہوگا۔

اجماع کے دعویٰ کیلئے ہمت چاہئے۔ کسی بھی ایک صحابی سے صحیح سند سے ثابت کریں۔ خالی دعویٰ کرنے سے کوئی کام نہیں بنے گا۔

سپر و تیغ نداری قصد جنگ مکن
جگر شیر نداری سفر عشق مکن

آپ کی تصریح کے مطابق آپ کے اجماع اور تواتر کا دارومدار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے۔ اب سنو! مؤطا امام مالک میں دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں جن کو ذکر کر کے حقیقت واضح کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

مالک عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابي بن كعب وتميما الداري ان يقوما للناس باحدي عشرة ركعة.

حدیث نمبر ۲:

مالک عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعة.

1۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔

2۔ یزید بن رومان کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تیئس رکعتیں پڑھتے تھے۔

اب آٹھ اور بیس رکعت والی روایتیں دونوں سامنے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کون سی حدیث صحیح اور کون سی ضعیف ہے۔ کون سی مقبول اور کونسی مردود ہے اور یہ سب پر واضح ہے کہ آٹھ رکعت والی

روایت بالکل صحیح اور اپنے مطلب میں صریح ہے اور بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور نہ ہی دال علی المطلوب ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔

الاول: پہلی روایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے سائب بن یزید ہیں جن کا شمار چھوٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً سات آٹھ سال تھی۔ (تہذیب ۳: ۴۵۰) اس لئے انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سعید کو پایا تھا اور دوسری روایت (بیس رکعت) کے ناقل یزید بن رومان ہیں جو عہد فاروقی کو نہیں پا سکے بلکہ بعد کے آدمی ہیں۔ علماء احناف نے بھی قبول کیا ہے چنانچہ مشہور عالم علامہ جمال الدین زیلعی نصب الرایۃ ۲: ۱۵۴ میں لکھتے ہیں کہ "**یزید بن رومان لم یدرک عمر**"۔ اسی طرح احناف کے سرخیل علامہ بدرالدین عینی نے بنایہ شرح ہدایۃ ۱: ۸۷۶ میں اور متاخر احناف میں سے نیموی نے آثار السنن ۲: ۵۸ میں لکھا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ وہ صحابی جس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اس کی روایت افضل ہو گی یا بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آنے والا جس نے آپ کی زیارت بھی نہ کی ہو۔ معلوم نہیں یہ روایت اس نے کس سے سنی ہے؟ جس سے سنی وہ ثقہ تھا یا ضعیف تھا؟

وعلی الثانی: ضعف خفیف تھا یا شدید۔ **وعلی التقدیرین مدلس مختلط** تو نہ تھا؟ ظاہر ہے کہ جس نے اس زمانے کو پایا، حضرت عمر سے لقاء کیا اس کا نقل کرنا ایسے آدمیوں سے مقدم ہے۔ "**کما لا یخفی علی من له ادنی وقوف علی هذه الفن**"

والثانی: سائب بن یزید کی روایت میں اتصال ہے اور رواۃ سب ثقہ و معتبر ہیں اور یزید بن رومان والی روایت میں انقطاع ہے اور پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان واسطہ نامعلوم شخص یعنی مجہول راوی ہے اور مجہول راوی کی روایت اصولاً معتبر نہیں ہوتی۔

والثالث: سائب والی روایت قولی ہے لیکن یزید والی روایت نہ قولی ہے اور نہ فعلی ہے بلکہ تقریری (تینوں اقسام میں سے ادنیٰ قسم) بھی نہیں ہے اس لئے کہ راوی یہ بیان نہیں کرتا کہ یہ کام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اذن یا امر سے تھا اور نہ ہی ان کے عمل وعلم کا اس کے متعلق کوئی ذکر ہے۔

اس لئے بھی کہ روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے یقین ہونے کا بھی ذکر نہیں۔ صریح اور صحیح روایت کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہے۔

والرابع: سائب بن یزید کی روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے اس لئے کہ سیدنا عمر اور ابی بن کعب وتمیم الداری یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور یزید والی روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تصریح نہیں ہے۔ **علی التقدیر علی حجة الروایة** اور یہ بھی واضح نہیں کہ وہ پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے یا تابعین کرام تھے۔ اس لئے کہ عہد فاروقی میں تابعین بے شمار موجود تھے۔ اس لحاظ سے جس روایت میں صحابہ کرام کا ذکر نہیں ہے وہ صریح روایت کے سامنے مردود کہلائے گی اور آپ کا اجماع والا مسئلہ تو ھباءً منثورا ہو گیا ہے اس لئے اگر آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اجماع ہونے کا دعویٰ کریں گے تو یہ بات بالکل غلط ہوگی کیونکہ **علی تقدیر الثبوت عن الصحابة** جناب عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس کے خلاف ہیں اور اگر آپ کہیں کہ بیس تراویح پر اجماع تابعین کے دور میں ہوا ہے تو یہ دعویٰ بھی کئی وجوہات کی بنا پر باطل ہوگا۔

وجہ الاول: شروع میں اختلاف رہا ہے (اگر یزید والی روایت کو صحیح مان لیا جائے) اس لئے کہ متاخر اجماع آپ کی فقہ کے مطابق مقدم اختلاف کو رفع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ عالمگیری میں ہے کہ:۔

واذا انكر كون المعوذتين من القرآن لا يكفر وقال بعض المتاخرين يكفر لا نعقاد الاجماع بعد الصدر الاول علي انهما من القرآن والصحيح هو الاول لان الاجماع المتاخر لا يرفع الاختلاف المتقدم.

اور اگر کوئی معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرے کہ یہ قرآن میں سے نہیں ہے تو وہ کافر نہ ہوگا بعض متاخرین علماء کہتے ہیں کہ اس کو کافر کہا جائے گا اس لئے کہ صدر اول کے بعد اس پر

اجماع ہو چکا ہے کہ یہ قرآن میں سے ہے اور صحیح قول پہلا ہے اس لئے کہ بعد کا اجماع پہلے اختلاف کو ختم نہیں کر سکتا۔

الوجہ الثانی: خود صحابہ کے بعد بھی آٹھ تراویح کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ اپنے حنفی بھائی کی کتاب ماثبت بالسنۃ ص ۸۸ دیکھیں۔

الوجہ الثالث: آپ کے پاس یہ ہمت نہیں کہ آپ تمام صحابہ سے بالاستقصاء بیس رکعتیں ثابت کر سکیں اور نہ ہی تابعین سے ''**عدد بالنسبة الی الباقین**'' زیادہ ہو اور نہ ہی چند تابعین سے ثابت کر کے دوسروں کا اس پر سکوت ثابت کر سکتے ہیں اس لئے کہ آٹھ رکعت بعض السلف سے بھی ثابت نہیں لہٰذا **فیما نحن فیہ** آپ نہ اجماع ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اکثریت کا دعویٰ کر سکتے ہیں فتدبر۔

الوجہ الرابع: منقطع روایت ضعیف ہے اور متصل صحیح ہے لہٰذا صحیح کی مخالفت روایت سازی کہلائے گی بلکہ اس میں منکر ہونے کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ یزید کے مجہول استاد کا معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ثقہ تھا یہ ضعیف یا متروک یا وضاع تھا؟

الوجہ الخامس: جناب سائب کی روایت مرفوع احادیث کے موافق ہے۔ چنانچہ بخاری ۱:۱۵۴' مسلم مع نووی ۱:۲۵۴ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:۔

ماكان يزيد فی رمضان ولا في غيره علي احدي عشرة ركعة .

آٹھ رکعات تراویح اور علمائے احناف

آپ ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کے متعلق کتنے حنفی علماء ہیں جن کی کتابوں میں تصریح آئی ہے کہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ آٹھ رکعتیں تراویح پڑھا کرتے تھے مثلاً **عمدة القاری للعینی ۵:۳۵۸ ' البحرالرائق لابن نجیم ۲:۶۶ نصب الرایة للزیلعی ۲:۱۵۳ ' فتح القدیر لا**

بن الهمام ۲:۲۰۵ المرقاة لملا علی قاری ۲:۳۲۰ ' ما ثبت بالسنة للشيخ عبد الحق :۸۸ وغیرهم اور اس حدیث پر ہندوستانی حنفی عالم نے آثار السنن ۲:۵۴ میں باب باندھا ہے کہ " باب التراويح بثمان ركعات" اور شاہ ولی اللہ الدھلوی المسوي من احاديث المؤطا ۱:۱۷۴ میں انہوں نے ان الفاظ سے باب باندھا ہے کہ " باب القيام باحدى عشرة ركعة مع طول القراءة".

اسی طرح دوسری روایت امام محمد بن نصر المروزی کی کتاب قیام اللیل میں ہے کہ:۔

عن جابر بن عبد اللهؓ قال صلى بنا رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات ثم اوتر.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آٹھ رکعت پڑھائیں اور پھر وتر پڑھائے۔

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال ۲:۳۱۱ میں لکھتے ہیں کہ اسناده وسط اور تیسری روایت آپ کے ہندوستانی بھائی نیموی کی آثار السنن ۲:۵۵ میں ہے کہ:۔

وعنه قال جاء ابی بن كعب إلى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله! انه كان مني الليلة شيئ يعني في رمضان قال وما ذاك يا ابي قال نسوة في داري قلن انا لا نقرا القرآن فتصلي بصلواتك قال فصليت بهن ثمان ركعات واوترت فكانت سنة الرضا ولم يقل شيئا رواه ابو يعلي وقال الهيثمي اسناده حسن.

بلکہ دیوبندی جماعت کے سردار علامہ سید انور شاہ کشمیری العرف الشذی شرح جامع الترمذی ۳۲۹ میں کہتے ہیں کہ:۔

لا مناص من تسليم ان تراويح عليه السلام كانت ثمانية ركعات...... واما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف

وعلي ضعفه اتفاق.

اس بات کے قبول کرنے میں اور کار ہی چارہ گوئی نہیں کہ آپ ﷺ کی نماز تراویح آٹھ رکعت ہی تھیں اور بیس رکعت والی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

اس لئے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آٹھ رکعت والی روایت کو ہی راجح کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی موافقت ہے۔ اس کے متعلق امام مالک کا قول ہم عنقریب ان کے مذہب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

یزید والی روایت کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں اور بیس نہیں پڑھیں۔ پھر کیسے جناب عمر رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے رکعتیں پڑھائیں گے اس لئے اجماع والا جو دعویٰ ہے برائے مہربانی اس کو اپنی جیب میں ڈال لیں۔ ایسے ہی ندامت نہ اٹھائیں اور سنیں! آٹھ رکعت پر من وجوہ اجماع ہوسکتا ہے۔

اول آپ کے احناف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت کے مدعی ہیں "**وان كان ذلك في غاية البعد**" اور خود ہی یہ قبول کرتے ہیں کہ بیس رکعت کا رواج سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہی ڈالا تھا اور پہلے آٹھ رکعتیں ہی تھیں۔ اس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں بھی آٹھ پر ہی اتفاق تھا اور بقول شما سیدنا عمر نے اس اجماع کی مخالفت کیسے کی؟ بلکہ جو اجماع بذات خود سند ہے اس کے خلاف قول کیسے مستند ہوگا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حدیث "**لا تجتمع امتی علی الضلالة**" بیس رکعت کیلئے ہے یا آٹھ رکعت کیلئے۔

آپ کو تو حسرت سے یہ شعر پڑھنا چاہیئے ۔

میں منتظر وصال وہ آغوش غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

مولانا صاحب! یہ تو بتائیں کہ اجماع اول حق تھا یا باطل تھا؟

علی الاول: اس کا معارض باطل ہوا۔ بقولہ تعالیٰ:۔

فماذابعد الحق إلاّ الضلال. (یونس ۳۲)

پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔

آپ کی بیس رکعت پر اجماع ہونے کا دعویٰ غلط ہوا کہ باطل پر اجماع کیسے ہوگا؟

وعلی الثانی: حدیث: " **لا تجتمع امتی علی الضلالة**" کا کیا کریں گے؟ یہ روایت تو آپ نے خود ہی نقل کی ہے۔

دوم: خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سائب والی روایت پر اجماع کی تصریح ہے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ:۔

حدثنا يحيى بن سعيد القطان عن محمدبن يوسف ان السائب بن يزيد أخبره ان عمر جمع الناس علي ابي وتميم فكانا يصليان احدي عشرة.

یہ روایت علامہ نیموی حنفی نے "**التعليق الحسن على آثار السنن**" میں بھی ذکر کی ہے۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آٹھ رکعتیں پڑھنے پر جمع کیا تھا۔ اب اس صراحت کے بعد بھی آپ بیس رکعت کے اجماع کی رٹ لگائیں گے حالانکہ یہاں تو خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وقت اجماع ثابت ہوا ہے اور یزید والی روایت برعکس ثابت ہوئی ہے۔

ہم نے چاہا کہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف کہ وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

سوم: جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حکم سے ائمہ کرام کو آٹھ رکعتوں کیلئے مساجد میں مقرر کیا تھا اور اس وقت کسی بھی صحابی نے اعتراض نہیں کیا اس لئے اس وقت سب آٹھ رکعت پر متفق تھے یہی مطلوب ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ فاروقی تراویح متواتر تھی لیکن انصاف کریں کہ وہ آٹھ رکعت تھیں یا بیس رکعت تھیں۔ ذرا سوچو کہ آپ کی تمنا کیا تھی اور کیا ہو گیا؟

سچ ہے کہ " **الحق یعلو ولا یعلی** " نیز آپ نے چودہ سو سال کی بات تو کر لی ہے لیکن آپ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ آپ نے کون سے سال دیکھے ہیں اور کہاں کہاں آپ گئے ہیں؟ گھر میں بیٹھ کر استقرائے تمام کا دعویٰ کرنا علماء منطق کیلئے شرم کی بات ہے۔ ذرا دنیا گھوم کر دیکھیں اور مساجد کا معائنہ کریں تاریخ اور کتب کا مطالعہ کریں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ کتنے لوگ آٹھ رکعت تراویح ادا کر رہے ہیں اور حدیث " **لا تزال طائفة من امتی علی الحق** ". (بخاری) پر قائم ہیں۔

امام احمد بن حنبل اور نمازِ تراویح

آپ نے زبانی جمع وتفریق کیلئے امام احمد کا نام لیا ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ امام احمد کا بیس رکعت والا مذہب نہیں بلکہ ان کا مذہب تو اختیار کا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ الدھلوی المسوی ۱:۱۷۴ میں لکھتے ہیں کہ " **قلت خیر احمد بین احدی عشرۃ وثلاث و عشرین** " اسی طرح قیام اللیل للمروزی "**الاختیارات العلمیة**" للامام ابن تیمیة اور **زاد المعاد لا بن قیم** دیکھنی چاہئے اور جامع الترمذی دیکھیں تو آپ کو مزید معلوم ہو جائے گا۔

امام مالکؒ اور نماز تراویح

آپ نے عدد بڑھانے کے چکر میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے مگر یاد رکھیں اس میں بھی آپ نے غلطی کی ہے اس لئے کہ امام مالک کا مذہب بھی (آٹھ مع الوتر) گیارہ رکعت کا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:۔

الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب احب إلی وهی احدی عشرة رکعة وهي صلاة رسول الله ﷺ قیل له احدي عشرة رکعة بالوتر؟ قال نعم! وثلاث عشرة قریب قال: ولا ادري من این احدث هذا الرکوع الکثیر. (الحاوی للفتاوی للسیوطی ۱:۳۵۰)

امام مالک فرماتے ہیں کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جس عدد پر لوگوں کو جمع کیا اور اجماع کرایا وہ عدد مجھے بہت پسند ہے اور وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ زیادہ رکعتیں کہاں سے لائے ہیں اور دین میں نئی چیز کا اضافہ کیا ہے۔

مولانا صاحب! یہ عبارت بار بار پڑھیں دوسروں کو پڑھائیں ہر کوئی یہی کہے گا کہ امام مالک کا مذہب آٹھ رکعت تراویح ہے اور یہی ان کے پاس معتبر ہے اور ان کی تحقیق کے مطابق نبوی خواہ فاروقی عدد ایک ہی ہے اور زائد عدد کو محدث فی الدین کہتے ہیں ایسی صراحت کے بعد امام مالک کی طرف بیس رکعت کی نسبت کرنا بہتان بازی ہوگی اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جو روایتیں ان کو ملی ہیں ان میں صحیح اور مقبول روایت سائب والی ہی ہے اور اس کے برعکس یزید والی روایت غیر صحیح و مردود ہے یہ سب روایتیں امام مالک نے موطا میں ذکر کی ہیں۔

اور سائب والی روایت لی ہے جس میں تعداد آٹھ رکعت ہے اس سے زائد کو محدث کہتے ہیں اور یزید والی روایت اگر صحیح ہوتی تو اس کو رد نہ کرتے۔ (لان صاحب البیت ادری بما فیه)

الغرض تراویح والے مسئلے کو نماز جمعہ پر قیاس کرنا سخت ترین غلطی اور بے سمجھی ہے اس لئے کہ اذان پر اتفاق کی روایت میں تصریح موجود ہے۔ اگر آپ ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس صراحت جیسی صراحت اب تراویح کے متعلق دکھائیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ مجبوراً ہم یہ شعر پڑھیں گے۔

ہیں وہ قول کے پکے ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

مسجدیں اور محراب

مسئلہ سوم میں بھی آپ نے عجیب ارشاد فرمایا ہے جب کہ رسالے میں ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ مسجد اپنی اصل حالت پر ہی تھی نہ ہی اس میں تبدیلی کی گئی اور نہ ہی محراب بڑھایا گیا پھر خواہ مخواہ کا اعتراض تو تعصب کا ثمرہ ہے جو آپ نے عبارت ملا علی قاری سے نقل کی ہے کہ عمر بن

عبدالعزیز نے محراب بڑھایا تھا یہ عبارت انہوں نے علامہ سمھودی کی کتاب وفاء الوفاء سے لی ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے میں تصریح کی تھی اور یہ بھی واضح کیا تھا کہ یہ بات بے سند اور بغیر دلیل کے ہے اور کئی وجوہات (جن کو نقل کر دیا گیا) کی بناء پر یہ نسبت غلط اور بے بنیاد تھی تو پھر اس عبارت کو سامنے رکھ کر ساری تقریر کو رد کرنا تحقیق کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔

آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر محراب زیادہ کیا جاتا تو دنیا میں تواتر محراب نہ ہوتا اور نہ ہی کسی کو موجد کہنے میں اعتراض کیا جاتا اس لئے کہ بعض موجد عمر بن عبدالعزیز کو کہتے ہیں کہ اور بعض جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں۔

تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى

مگر یہ دونوں نسبتیں غلط ہیں اور یہ روایت ہم نے اپنے عربی رسالے میں سنن ابوداؤد سے نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:۔

فلن تزل ثابتة حتى الان

یہ الفاظ تمام توہمات کو دور کر دیتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے انبیاء کی اقتداء ان معاملات میں ہوگی جس سے منع نہ کیا ہو لیکن مولانا صاحب یہ بات آپ کو بہت فائدہ دے گی جب محراب بنانے سے منع کیا گیا ہو۔

وما عولتم عليه ففي غاية السقوط كما سياتي في موضعه ان شاء الله تعالىٰ.

بہر حال اگر یہ اصول آپ قید لگا کر مانتے ہیں تو پھر جب منع نہیں کیا گیا تو پھر اس کو سنت ماننے میں کونسا شبہ حائل ہے بلکہ اس کی اقتداء ضروری ہے **فتدبر**.

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن شریف والا محراب رواج نہیں ہے۔ یہ بات بھی آپ کی کم علمی پر دلالت کرتی ہے اس کے متعلق تفصیل سے بحث آئے گی ان شاءاللہ اور آپ نے مجمع الزوائد والی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ بھی کیا ہے جو صحیح نہیں ہے اس لئے

کہ مجمع الزوائد والے نے مسند بزار کا حوالہ دیا ہے اور مسند بزار کی سند اس طرح سے ہے۔

حدثنا محمد بن مرداس ثنا محبوب بن الحسن ثنا ابو حمزة عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله أنه كره الصلوة في المحراب.

اس روایت پر چند وجوہات کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔

اولاً: اس کی سند میں محبوب بن الحسن ہے (اس کا اصل نام محمد ہے اور محبوب اس کا لقب ہے) اس لئے تقریب التہذیب: ۴۴۱ میں لکھا ہوا ہے کہ " **صدوق فيه لين** " اس وجہ سے روایت شہادت کے علاوہ معتبر نہ ہوگی اس لئے پہلے دوسری روایت کی متابعت چاہئے۔ " **والا فلا كما نحن فيه** ".

ثانیاً: ابراہیم کا علقمہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (المراسیل لابن ابی حاتم الرازی)

ثالثاً: ابوحمزہ " **وهو القصاب الاعور** " مشہور ضعیف راوی ہے۔ میزان الاعتدال للذہبی ۴:۲۲۴ میں اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:۔

قال احمد متروك الحديث وقال الدارقطني ضعيف وقال ابو حاتم يكتب حديثه وقال البخاري ليس بالقوى عندهم وقال النسائي ليس بثقة.

تقریب التہذیب: ۵۱۸ میں ہے کہ " **مشهور بكنيته ضعيف من السادسة** " یہ روایت بمع ضعفہا نزاع سے خارج ہے اس لئے کہ اس میں محراب سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس میں نماز کی کراہت کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں مساجد میں محراب بنانے کا رواج تھا ورنہ کراہت اور عدم کراہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ من وجہ محراب کا ثبوت ملتا ہے **فتفکر**.

اور اس قسم کی روایت کا سہارا لینا اہل علم کی شان نہیں ہے اسی طرح آپ نے جو بھی روایتیں ذکر کی ہیں سب ضعیف ہیں جیسا کہ ہم پہلے اپنے عربی رسالے میں ان کا ذکر کر چکے ہیں کہ کوئی روایت بھی محراب کا منع کرنے کے متعلق صحیح نہیں ہے۔

معلوم نہیں آپ نے یہ رسالہ غور سے پڑھا بھی ہے کہ نہیں؟ اگر آپ کو اس کے ضُعف میں شبہ تھا تو تحقیق کیلئے آپ مزید سوال کر سکتے تھے لیکن ایسے ہی غیر مفید تردید لکھنے کا کیا مطلب ہے؟ " لعلکم لا تدرون ما یخرج من راسکم " بہر حال آپ کی ذکر کردہ روایات پر سلسلہ وار کلام کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے بیہقی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے جس کی سند صحیح نہیں ہے۔ بیہقی نے تو اس طرح نقل کیا ہے۔

انبأ ابو نصر بن قتادة انبأ ابو الحسن محمد بن السراج ثنا مطين ثنا سهل بن زنجلة الرازي ثنا ابو زهير عبد الرحمن بن مغراء عن ابن ابجر عن نعيم بن ابي هند عن سالم بن ابي الجعد عن عبد الله بن عمر فذكره.

ابوالحسن بن السراج مجہول راوی ہیں۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے اور مجہول راوی کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں نیز شیخ البیہقی بھی غیر معروف ہے نہ ہی اس کا نام اور نہ ہی اس کا حال معلوم ہے اور پھر اس روایت کا مرفوع ہونا بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ روایت دراصل سالم بن ابی الجعد کا اپنا قول ہے۔ کما سیاتی.

اس کے بعد آپ نے ابن ابی شیبہ کی روایتیں ذکر کی ہیں آپ کو چاہئے تھا کہ اصل مصنف ابن ابی شیبہ کو دیکھ کر تحقیق کرنے کے بعد روایتیں درج کرتے لیکن تقلید تحقیق کے منافی ہے اس لئے آپ نے بغیر سوچے ان کو درج کر دیا ہے۔ بہر حال نمبر وار ہم ان کو ذکر کرتے ہیں تا کہ آپ کو حقیقت حال معلوم ہو۔

1۔ روایت نمبر (۱) اس سند سے ہے:۔

حدثنا وكيع قال حدثنا ابو اسرائيل عن موسىٰ الجهني قال قال رسول الله ﷺ لا تزال امتي.

یہ روایت بالکل ضعیف اور باطل ہے۔

الاول: موسیٰ بن عبداللہ الجھنی نہ صحابی ہے اور نہ ہی تابعی ہے بلکہ چھٹے طبقے سے ہے اور اس کی کسی ایک صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کتنے واسطے ہیں۔ ایسے حالات میں تو کبھی کبھی دس راویوں کے واسطے بھی ہو جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ یہ معتبر ہیں یا غیر معتبر ہیں۔ مدلس ہیں کون ہیں مختلط تو نہیں ہیں۔ ایسی مجہول سند جس کی مثال ہے کہ:۔

بينهما مفازة تنقطع فيها اعناق المطي.

ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ یقیناً ایسی روایت مردود اور باطل ہوتی ہے۔

ثانیا: ان کا تلمیذ ابو اسرائیل **اسمه اسماعيل بن خليفة الملائی ' قال فی التقريب ۴۲ ''صدوق سئ الحفظ نسب الى الغلو فی التشيع''** اور اس کے حاشیہ تعقیب التقریب میں علامہ امیر علی حنفی لکھتے ہیں کہ:۔

''حتى قال ابن عدی عامة ما يرويه يخالف فيه الثقات'' .

اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال ۱:۱۰۵ میں ان کو '' واہ'' کہتے ہیں اور ۳:۱۴۱ میں لکھتے ہیں کہ ابو اسرائیل کی سب روایتیں معتبر راویوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ وہ واحد شخص تھا جس کو ائمہ نقاد نے ضعیف کہا ہے اور یہ ان شیعہ حضرات میں سے تھا جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں۔

مولانا صاحب! اب آپ ایمان سے بتائیں کہ ایسے آدمی کی گواہی یا روایت معتبر ہوگی۔

2۔ روایت نمبر ۲ اس سند سے ہے:۔

حدثنا عبد الله بن ادريس عن مطرف عن ابراهيم قال قال ابن مسعود اتقوا المحاريب.

یہ روایت بھی منقطع ہے اس لئے کہ ابراہیم نخعی کی کسی صحابی سے بھی ملاقات نہیں اور نہ ہی سماع ثابت ہے (تهذيب التهذيب ' المراسيل لا بن ابی حاتم ' المحلی ' لا بن حزم) یہ سند بھی مجہول

ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

3۔ روایت نمبر۳ اس طرح ہے:۔

هشيم قال حدثنا عبيدة عن سالم بن ابي الجعد قال كان اصحاب محمد ﷺ يقولون ان من اشراط الساعة ان تتخذ المذابح في المساجد يعني الطاقات.

یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ عبیدۃ **(هو ابن معقب)** بالکل ضعیف ہے۔ **قال في التقريب : ۳۴۹ ضعيف و اختلط بآخره** اور عام ائمہ جرح وتعدیل مثلاً سفیان ثوری یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابن المبارک، احمد، یحییٰ بن معین ابوزرعۃ، ابوحاتم، نسائی، ابن عدی، ابن حبان، ساجی، یعقوب بن سفیان، جریر، ابن خزیمہ ان سب نے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ بن سعید القطان نے اس کو متروک الحدیث کہا ہے۔ (تہذیب ۷:۵۷) نیز وہ بمع ضعف کے متغیر الحفظ بھی ہے۔ "**كما وصفه لذالك صاحب التقريب و كذا وصفه به شعبة و ابن حبان كما في التهذيب**" نیز اس روایت میں دلالت علی المطلوب نہیں ہے اس لئے کہ یہ طاق (دروازے) ہیں جو آج تک عیسائیوں کے گرجا گھروں میں لگے ہوئے ہیں اور جو صرف طاقوں اور محرابوں کی شکل میں بنے ہوئے ہیں۔ اس سے مشابہت منع ہے جیسا کہ بعض جگہوں پر ایسی مسجدیں بھی دیکھی گئی ہیں جن میں بہت سارے محراب بنے ہوئے ہیں اور اس روایت کا "**على تقدير الصحة مبحوث عنه**" محراب سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

4۔ روایت نمبر۴ اس سند سے ہے کہ:۔

ابن ادريس عن ليث عن قيس عن ابي ذر قال من اشراط الساعة ان تتخذ المذابح في المساجد.

یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ لیث بن ابی سلیم غیر معتبر راوی ہے۔ **ففي التقريب : ۴۳۲ اختلط اخيرا ولم يتميز حديثه فترك** اور **ابن عيسى**" **ابن يونس' بزار '**

یحییٰ القطان نے متغیر الحفظ اور ابو حاتم ' ابن معین ' سفیان بن عیینہ ' ابن عدی ' ابن سعد ' جوز جانی وغیرھم نے ضعیف کہا ہے (تہذیب ۸: ۴۶۷۔۴۶۸)

اور ابن حبان کہتے ہیں کہ:۔

اختلط فی اخر عمرہ فکان یقلب الاسانید ویرفع المراسیل ویاتي عن الثقات بما لیس من حدیثهم.

لیث آخری عمر میں سند کو تبدیل کر دیا کرتا تھا۔ مرسل روایتوں کو متصل بنا دیتا تھا۔ معتبر اور ثقہ راویوں سے وہ روایتیں ذکر کرتا تھا جو انہوں نے روایات ذکر بھی نہیں کی ہوتی تھیں اور نہ ہی ان رواۃ کو ان احادیث کی خبر ہوتی تھی۔ پھر ایسے راوی کی روایت کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اس روایت کا مطلب بھی اوپر والی روایت والا ہی ہے۔

5۔ روایت نمبر ۵ کی سند اس طرح ہے کہ:۔

حدثنا وکیع قال حدثنا اسماعیل بن ابراهیم بن المهاجر عن ابیه عن علي فذکره.

اسماعیل ضعیف راوی ہے کما فی التقریب: ۴۰ اور امام احمدؒ و ابن معینؒ بخاریؒ نسائیؒ ابو حاتمؒ ابوداؤدؒ ابن الجارودؒ ابن حبانؒ ساجی ان تمام نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب ۱: ۲۷۹) اور ان کا باپ ابراہیم بھی معتبر نہیں ہے۔ "ففی التقریب : ۳۸ صدوق لین الحفظ ' وفی تعقیب التقریب لا میر علی الحنفی قال الثوری لا باس به وقال القطان لیس بالقوی".

نیز اس روایت میں بھی محراب کا انکار نہیں ہے بلکہ الصلاۃ فی المحراب کا ہے جو اس کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ " فافهم ولا تکن من الغافلین".

چھٹی روایت اور ساتویں روایت نہ حدیث ہے اور نہ ہی کسی صحابی کا قول ہے۔ چھٹی روایت ابراہیم کا قول ہے جو تابعی بھی نہیں ہے اور ساتویں روایت سالم کا قول ہے جو کہ تابعی ہے اور تابعی و تبع تابعین کا قول تو آپ کے ہاں بھی سند نہیں ہے بلکہ اس کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں

دو ایسے آثار ہیں جو ان اشاروں کے خلاف محراب کے ثبوت میں ہیں۔

نیز ابراہیم نخعی کے اثر کی سند میں مغیرۃ بن مقسم مدلس آدمی ہے۔ بالخصوص ابراہیم نخعی سے تدلیس کیا کرتا تھا اس لئے اس سے نقل کردہ روایت ضعیف شمار کی جاتی تھی۔ " **ففی التقریب ۵۰۴ انہ کان یدلس ولا سیما عن ابراھیم وفی التھذیب ۱۰ : ۲۷۰ عن احمد انہ یجعل یضعف حدیث مغیرۃ عن ابراھیم وحدہ**" اس کو ابن فضیل، ابن حبان اسماعیل القاضی نے سب نے اس کو مدلس کہا ہے۔

اور یہاں پر ابراہیم نخعی سے **معنعناً** روایت کی ہے اس لئے یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ **کما تقرر فی الاصول** اور سالم راوی والی روایت بیہقی والی روایت کے مرفوع ہونے میں مخدش ہے۔ **فتدبر**.

8۔ روایت نمبر ۸ کی سند اس طرح ہے کہ:۔

حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن یزید بن ابي زیاد عن عبید بن ابي الجعد عن کعب، فذکرہ.

یہ سند بھی نہایت ضعیف ہے اس لئے کہ یزید بن ابی زیاد مشہور ضعیف راوی ہے۔ **ففی التقریب :۵۵۸ ضعیف کبر فصار یتلقن وکان شیعیا** اور احمد بن معین، ابوحاتم، جوز جانی، ابن عدی، ابن مبارک، ابن الجوزی، وکیع ابن قانع، حاکم، ابن خزیمہ، دارقطنی، نسائی، مسلم وغیرہ نے اس کو غیر معتبر وضعیف کہا ہے۔ (تہذیب ج:۱۱: ۳۳۰) بلکہ تقریب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید متغیر الحفظ راوی ہے " **وھکذا وصفہ بذلک کما فی التھذیب العجلی وابن حبان ویعقوب بن سفیان وابن سعد والدارقطنی ایضا**" اور یہ دوسری وجہ اس کی روایت کے مردود ہونے کیلئے ہے۔

الغرض آپ کی نقل کردہ روایتیں سب غیر معتبر ثابت ہوئی ہیں۔ اس کی طرف ہم اپنے عربی رسالے میں اشارہ کر چکے ہیں۔

اجمالی جواب

مسند بزار، بیہقی، ابن ابی شیبۃ، طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں اور بقول شاہ ولی اللہ الدھلوی اس طبقہ کی کتابوں سے استدلال نہیں کر سکتے فقط استشہاد کا حق ہے اس لئے پہلے طبقے کو بھی مثلاً موطایا صحیحین میں سے طبقہ ثانیہ، سنن اربعہ، ومسند احمد میں سے محراب کے منع ہونے کیلئے دلیل پیش کریں اور بطور شاہدان کتابوں سے دلیل پیش کریں " **ولیس لکم إلی ذلک سبیل** " اس لئے حجۃ اللہ البالغہ باب طبقۃ کتب الحدیث دیکھیں۔

اور آپ نے جو عبارت تفسیر روح المعانی سے نقل کی ہے ان کی بناء ان ہی روایتوں پر ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ سب مجروح اور مقدوح روایتیں ہیں تو پھر اس عبارت کا کوئی وزن نہیں رہتا۔

تفسیر طبری کا بھی آپ نے حوالہ دیا ہے اس تفسیر سے بھی ہم نے اپنے عربی رسالے میں عبارت ذکر کی ہے جس میں زکریا علیہ السلام کے محراب کے متعلق صاف لکھا ہوا ہے کہ " **وکذلک هو من المساجد و انه مقدم المسجد** " آپ نے تفسیروں کے حوالے دیئے ہیں لیکن سب کی تعریفیں مختلف ہیں اس لئے آپ کی تفسیر مستند نہیں رہتی۔ خود جو آپ نے روح المعانی سے عبارت نقل کی ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔

ای فی المسجد او فی موقف الامام او فی غرفة مریم.

اب " موقف الامام " پر غور کریں کہ آپ کی نقل کردہ عبارت کیا بیان کرتی ہے اور خازن (**تحت الآیة کلما دخل علیها زکریاالمحراب**) لکھتے ہیں کہ:۔

المحراب اشرف المجالس ومقدمها وکذلک هو من المسجد.

اسی طرح مدارک وغیرہ میں بھی ہے، امام رازی تفسیر کبیر میں (**تحت الایة تسوروالمحراب**) لکھتے ہیں کہ:۔

واما المحراب فلمرادمنه البیت الذی کان داؤد یدخل فیه

ويشتغل بطاعة ربه وسمي ذالك البيت بالمحراب لا شتماله علي المحراب كما يسمي الشي ء باشرف اجزائه.

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں محراب تھا اور آپ کے حنفی بھائی شیخ اثیر الدین ابوعبداللہ بن حیان الغرناطی الاندلسی تفسیر البحر المحیط میں (تحت قوله تعالىٰ يصلي في المحراب) لکھتے ہیں کہ:۔

وقيل المحراب موقف الامام من المسجد وهو قول جمهور المفسرين. (البحر المحيط ۲: ۲۴۶)

مولانا صاحب! اب بتائیں آپ کے حنفی بھائی نے بھی اس آیت سے مراد محراب لیا ہے اور اس جگہ نماز پڑھنے کا ثبوت دیا ہے بلکہ امام صاحب نے تو یہ بھی قبول کیا ہے یہ پہلی شریعتوں میں بھی موجود تھا۔

وفى الكشاف ۲: ۵۵۷ روى عنه كان من عادة سليمان عليه السلام ان يعتكف في مسجد بيت المقدس المدد الطوال فلما دنا اجله لم يصبح الاراي في محرابه شجرة. الخ

یہ آپ کے حنفی بھائی نے ثابت کیا ہے کہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مسجد میں بھی محراب تھا اس لئے منع کیلئے جب کوئی صحیح روایت موجود نہیں تو پہلے انبیاء کا فعل ہمارے لئے مسنون ہوگا یہ بات تو آپ نے بھی قبول کی ہے۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ:

''اقتداء اس فعل میں ہوگی جس سے منع نہ کیا گیا ہو''

اگر آپ نے منع کو ثابت کرنا ہے تو پھر صحیح اور صریح روایتیں پیش کریں۔ آپ کی پیش کردہ تمام روایتیں ضعیف ہیں اس لئے بقول شما یہ پہلوں کی سنت قابل اقتداء کہلائے گی۔

الغرض کہ محراب کا مسئلہ محقق ہے اور ابوداؤد والی روایت عربی رسالے میں ذکر کی گئی ہے اس

میں تصریح ہے کہ مسجد نبوی جیسے پہلے تھی اس طرح اب بھی ہے۔

دوبارہ رسالے کوغور سے پڑھیں " **لعل الله يحدث بعد ذلك امرا**".

حکیم الامت الحنفیہ فرماتے ہیں:۔

اگر حضور ﷺ کے غیر مسجد میں بحالت سفر نماز پڑھنے سے استدلال کیا جاوے کہ وہاں محراب بھی نہ تھی تو گنجائش ہے۔(فتاوی اشرفیہ ص۹۲ ج/۱)

اس عبارت کے بعد تو آپ کو اطمینان ہو جانا چاہئے تھا۔ آپ نے پیر محمد قریشی صاحب پر بھی حملہ کیا ہے۔ مولانا صاحب پیر صاحب موصوف اپنی عبارت کے خود ذمہ دار ہیں اگر انہوں نے اپنے اشتہارات میں کوئی غلط نسبت کی ہے تو آپ برملا اس کی تردید کر سکتے ہیں ہم آپ کو منع نہیں کرتے اور اگر واقعی طور پر یہ عبارتیں آپ کی فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں تو پھر ناراض ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ایسی فقہ کو آپ کو دور سے سلام کرنا چاہئے اور آپ کو اپنے وعدے کے مطابق اپنے مسلک سے رجوع کرنا چاہئے۔ ورنہ یہ شعر پڑھنا ہماری مجبوری ہوگی ۔

اذا غدوت حسناء اوفت بعهدها

ومن عهدها ان لا يدوم لها عهد

گمراہ فرقوں کی بنیاد کون؟

باطل فرقوں کے متعلق بھی جو آپ نے ہم سے نقل کیا ہے اور اس میں جو تبدیلی وغیرہ کی ہے اور الزام لگایا ہے کہ تم فرقہ باطلہ احناف میں سے ہو۔ ہم نے نہ ایسے لکھا ہے اور نہ کہنا چاہتے ہیں۔ اس سے خود اہلحدیث و احناف تو بجا کتنے دوسرے مسلمان بھی مرتد و کافر ہوئے۔ خود رسول اللہ ﷺ کے سامنے کتنے لوگ مسلمان ہو کر پھر مرتد بن گئے۔ کیا اس وجہ سے اسلام مطعون کہلائے گا۔ **نعوذ بالله من ذلك.**

ہم نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ احناف میں سے چکڑالوی، شیعہ، قادیانی وغیرہ بن جاتے ہیں بلکہ ہم

نے یہ کہا ہے کہ ہر باطل مذہب کی تائید ان کی کتابوں میں ملتی ہے اس لئے آپ اصل عبارت رسالہ التفصیل الجلیل کی دیکھیں جو بعینہ اس طرح ہے کہ جو بھی موجودہ مذہبی فتنے ہیں مثلاً عیسائی مشنری، کمیونزم تحریک، چکڑالوی قادیانی وشیعہ مذہب وغیرہ ان سب کی بنیاد موجودہ فقہ حنفی کی کتابوں سے ملتی ہے۔ اس سے انہوں نے لکڑی سے سانپ بنالیا ہو لیکن یہ تمام چیزیں آپ کے گھر سے ملتی ہیں آپ انصاف سے بتائیں کہ کتنی واضح عبارت ہے لیکن کیا ہمارا دعوی اور کیا آپ نے لکھا ہے۔

عجیب بے خودی ہے رقیب حریف کی
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

مرزا غلام احمد قادیانی حنفی تھا

ہم آج بھی اس دعوے پر قائم ہیں اور اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی شک ہے تو پھر کسی بھی مذہب کو سامنے رکھ کر اس کو دیکھیں کہ اس کی بنیادیں فقہ حنفی سے ملتی ہیں کہ نہیں؟ اور جن لوگوں کے آپ نے نام لئے ہیں وہ نہ اہلحدیث تھے اور نہ اہلحدیث ہیں۔ غلام احمد قادیانی بھی آپ کا حنفی بھائی تھا۔ اہلحدیث اخبار امرتسر میں مرزا کے خلیفے حکیم نورالدین کی طرف لکھا ہوا خط چھپا تھا جس میں مرزا نے اس کو حنفی بنے رہنے کی تلقین کی تھی پھر اس کے جواب میں اس نے حقیقت پر قائم رہنے کا اعلان کیا تھا۔

مرزا کے بیٹے اور خلیفے مرزا بشیرالدین محمود نے رسالہ احمدیت کا پیغام کے صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے کہ:۔

احمدیت کا سیدھا سادہ عقیدہ اس بارہ میں وہی ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ کا تھا۔

آپ نے ہاتھوں کے متعلق لکھا ہے مگر آپ نے کوئی دلیل نہیں دی ہے بلکہ پیغام احمدیت میں ہے کہ ایک سچے احمدی کی نماز وہ نہیں جیسی ایک عام مسلمان پڑھتا ہے، شکل وہی ہے۔ الخ۔

اور اکثریت کو بھی سند آپ ہی بناتے ہیں۔

لیکن مولانا صاحب! یہ تو بتائیں کہ غلام احمد پرویز اور اس کے پیچھے چلنے والے اور چکڑالوی وغیرہ یا بریلوی کس کے طریقے پر نماز پڑھتے ہیں؟

پھر آپ نے ڈیپلائی کی بھی غلط مثال دی ہے۔ میں اس کو پاکستان بننے سے بھی کئی سال پہلے کا جانتا ہوں وہ تو شروع سے ہی اہلحدیثوں کا دشمن تھا۔ جیسا کہ عبرت اخبار کے سابقہ پرچے اس پر شاہد ہیں جن میں خود اس نے مسائل کے جواب میں اہلحدیث ہونے کا انکار کیا ہے بلکہ اس نے جب اہلحدیث مذہب پر تنقید کی تو ہم نے اس کی طرف ایک مفصل مضمون لکھ کر بھیجا اس کے علاوہ بھی کئی مرتبہ تحریری وتقریری تردیدیں ہم نے کی ہیں۔

عرب عبدالعزیز بھی اہلحدیث نہیں تھا بلکہ وہ منکرین حدیث میں سے تھا۔ ہمیں یاد ہے کہ والد مرحوم سے اس کا مناظرہ ومباحثہ رہتا تھا ایک مرتبہ حدیث کی دشمنی کی وجہ سے والد صاحب رحمہ اللہ نے ان کو دھکے دے کر نکال دیا تھا۔ افراد کی مثالیں تو ہر آدمی پیش کرسکتا ہے۔

اور مسعود (سابق کلیکٹر) کمیونسٹ تھا۔ اس نے لاہور میں غیر عربی (اردو) میں نماز عید پڑھائی تھی؟ یہ بتائیں یہ کس کا مذہب ہے؟ شیعہ حضرات کا مبلغ مولوی اسماعیل کہاں کے تعلیم یافتہ تھے؟ ذرا دارالعلوم دیوبند کے فرشتوں سے چھپ کر سوال کرنا۔ مولانا غلام مرشد لاہوری کس مذہب کا تھا جس نے قربانی کا انکار کیا تھا؟ اور مولانا غلام جیلانی برق (منکر حدیث) کس مکتبہ فکر سے وابستہ ہے؟ مولانا احمد رضا خان کس فقہ پر عمل کرنے والے تھے اور کس پر فتویٰ دیتے تھے؟

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ قدح کا طریقہ نہیں ہے اس لئے کہ ہدایت وگمراہی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ صحیح سے صحیح مذہب والا بھی غلط مذہب کی طرف راغب ہوسکتا ہے اور غلط سے غلط مذہب والا بھی صحیح طریقہ اختیار کرسکتا ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا. (الکھف:١٧)

اگر کوئی غلط طریقہ اختیار کرتا ہے تو ہم اس کو کبھی اہلحدیث ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا شمار اہلحدیثوں میں کرتے ہیں لیکن آپ ذرا اپنا محاسبہ تو کریں۔

حنفیہ اور معتزلہ

آپ کے فرقے سے الگ ہو کر جو بھی بن جائے پھر بھی وہ حنفی کہلانے کا حقدار ہوتا ہے اور آپ اس کو حنفی جماعت سے خارج نہیں کرتے بلکہ اپنی تعداد بڑھانے کیلئے ان کو احناف کے تراجم و طبقات میں شمار کرتے ہیں اور اس کی علمیت پر ناز بھی کرتے ہیں۔

علامہ محی الدین ابو محمد عبدالقادر القرشی الحنفی نے کتاب الجواهر المضيه فی طبقات الحنفية میں کتنے ایسے افراد شمار کئے ہیں جو معتزلہ تھے۔ ابراہیم بن محمد ابواسحاق المؤذن الخوارزمی' ابونصر نعیم احمد بن سعید النسفی' بشر المریسی' ابو محمد الحسن بن محمد الفقیہ' ابویعلیٰ بن ابی عبداللہ الدیناری الفقیہ' ابو یوسف عبدالسلام بن محمد القزوینی' عبدالسید ابن الزیتونی' ابوالقاسم عبداللہ الکلاباذی' علی بن اسماعیل الاشعری' علی بن محمد التنوخی وغیرھم پھر ان کے معتزلہ ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔ اسی طرح لکھنوی صاحب نے الفوائد البھیۃ میں جاراللہ الزمخشری' ابوالحسین الناصحی' محمد بن الشجاع الثلجی' نجم الدین الزاھدی' ناصر ابوالفتح المطرزی وغیرھم کو بھی معتزلہ میں شمار کیا ہے نیز حکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی علی بن الجعد ابوالحسن الجوھری (قاضی یوسف کے شاگرد) یوسف بن خالد السمتی (جس کیلئے لکھتے ہیں کہ " انه كان قديم الصحبة لابي حنيفة كثير الأخذ عنه: ۲۲۷ " ان کا جہمیہ ہونا بھی ثابت کرتے ہیں۔

اسی طرح الجواہر المضیہ کے مصنف الحسن بن علی بن الجعد کیلئے کہتے ہیں کے وہ جہمیہ تھے بلکہ لکھنوی صاحب امام صاحب کے اس شاگرد کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

ينكر الميزان يوم القيامة . (الفوائد البهية. ۲۲۸)

قیامت کے دن اعمال تولنے کے بھی منکر تھے۔

اور بشر المریسی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

وحرر القول بخلق القرآن وحكيٰ عنه اقوال شنيعة و مذاهب

منكرة عند اهل العلم كفره اكثرهم لا جلها . (ص:۴۵)

قرآن کریم کومخلوق کہتا تھااوراس کے متعلق کئی عجیب اعتقادات اور مذہبی ناپسندیدہ باتیں بھی منقول ہیں۔کئی عالموں پراس نے کفر کا فتویٰ بھی صادر کیا ہے مگر باوجود اس کے اس کا شمار ممتاز احناف میں ہوتا ہے۔اسی صفحہ پران کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ:۔

ادرک مجلس ابی حنفيه واخذ نبذا منه ثم لازم ابا يوسف واخذ الفقه عنه وبرع حتي صارمن اخص اصحابه وكان ذا ورع وزهد.

امام صاحب کے مجلس میں شریک ہوئے اور وہاں سے کچھ حاصل کیا پھر قاضی ابو یوسف کے ساتھ رہے اوران سے فقہ حاصل کی اوراس میں ماہر ہوگئے اس کا شمار خاص صحبت مندوں میں ہوتا ہے اور یہ زاہد و پرہیز گار بھی تھے۔

اور بشر ابن الولید الکندی (ابو یوسف کے شاگرد ہیں) کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

ويقال انه فی آخرا مره وقف فی القرآن فامسک اصحاب الحديث عنه. (الفوائد ص:۵۵)

آخری عمر میں انہوں نے واقفیہ مذہب کا طریقہ اختیار کیا تھا یعنی قرآن کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے متعلق توقف اختیار کیا تھا جس وجہ سے محدثین نے ان سے روایت لینا بند کردی تھی۔ حالانکہ آپ ''واسع الفقہ'' (فقہ میں وسیع النظر) کہلاتے تھے۔

اور علی بن الجعد الجوہری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

وتكلم فيه احمد من اجل وقوفه في القرآن. (ص:۱۲۰)

واقفیہ کا طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے امام احمد نے ان پر جرح کی ہے۔

ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

" حكوا عنه انه يقول الجنة والنار خلقتا فتفنيان وهذا كلام جهم .

(ص:۶۹)

یعنی اہل سنت کے عقیدہ کے برعکس جہمیہ کی طرح جنت وجہنم کے فنا ہونے کا قائل تھا۔

نیز ۶۸ میں ابو مطیع کے متعلق ابن حبان سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

كان من رؤساء المرجئة ممن يبغض السنن.

مرجیہ جماعت کے روساء میں سے تھا اور سنی مسائل سے بغض رکھتا تھا۔

پھر انہی کی فقہی شان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:۔

راوي الفقه الاكبر عن ابى حنيفه ...... وتفقه به اهل تلك الديار و كان بصيرا علامة كبيرا.

اور قاسم بن معن الھمدانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

يذهب إلى شئى من الارجاء. ۱۵۴

مُرجیہ کی طرف مائل تھا اور پھر ان کی شان میں لکھتے ہیں کہ:۔

احد من قال له ابو حنيفه انتم مسمار قلبي وجلاء حزني وكان اماما في العربيه.

اور ص ۱۷۴ میں لکھتے ہیں کہ:۔

اهل مرو صاروا فى اصول عقائدهم الي راي اهل القدر.

یعنی (مرو) کے احناف نے عقائد میں قدریہ کا مذہب اختیار کیا تھا جو تقدیر میں کلام کرتے اور منکر بھی تھے۔

اور محمد بن الشجاع الثلجی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

سئل احمد بن حنبل عنه فقال مبتدع صاحب هوي. (ص: ۱۷۱)

امام احمد فرماتے ہیں کہ ثلجی بدعتی اور اہواپرست تھا۔ اس کی بھی تعریف کی ہے کہ:۔

كان فقيه العراق فى وقته .

اپنے وقت میں مکمل عراق کا اکیلا فقیہ تھا اور ناصر بن عبدالسید کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

وكان له تام المعرفة بفنه راسا في الاعتزال داعيا اليه حنفي الفروع.(ص ۲۱۹)

یعنی معتزلہ مذہب کا چوٹی کا عالم تھا اور لوگوں کو اسی عقیدے کی تبلیغ کیا کرتا تھا اور فروعی مسائل میں حنفی تھا اور فقہاء کے نزدیک اس کی یہ حیثیت تھی کہ "كان اماما فى الفقه" اسی طرح الجواہر المضیۃ کے مصنف ۱:۳۱۵ میں عبدالسلام ابو یوسف القروینی کیلئے لکھتے ہیں کہ " كان شيخا يفتخر بالاعتزال " یعنی یہ بزرگ معتزلہ ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔اسی طرح کئی احناف شیعہ مذہب کے حامل ہیں جیسا کہ:۔

شیعہ مذہب کے عالم ابو جعفر الطوسی کی کتاب (رجال الشیعہ) اور باقر کی کتاب ''احوال الرجال'' کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو حنفی مذہب کے کئی آدمی ملیں گے۔الغرض جو بھی عقیدہ ہو وہ تب بھی حنفی رہے گا اور حنفی کہلوانے کا حقدار ہے۔

فقہ حنفی یا چوں چوں کا مربہ

مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب نے بھی " الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل" ص ۲۷ میں حنفی مذہب میں جو کھچڑی بنی ہوئی ہے اس کی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں کہ:۔

ان الحنفية عبارة عن فرقة تقلد الامام ابا حنيفه في المسائل الفرعية وتسلک مسلكه في الاعمال الشرعية سواء وافقته في اصول العقائد ام خالفته فان وافقته يقال لها الحنفية الكاملة وان لم توافقه يقال لها الحنفية مع قيد يوضح مسلكه في العقائد الكلامية فكم من حنفي حنفي في الفروع معتزلي عقيدة كالزمخشرى جار الله مؤلف الكشاف وغيره وكمؤلف القنية والحاوي والمجتبي شرح مختصرا القدورى نجم الدين الزاهدى وقد بسطنا

ترجمتهما فى الفوائد البهية في تراجم الحنفية وكعبد الجبار وابي

هـاشم والجبائي وغيرهم وكم من حنفي حنفي فرعا مرجي اوزيدي اصـلا وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجئة.

یعنی حنفی مذہب کی عقیدے کے اعتبار سے کئی شاخیں اور برانچیں ہیں کچھ حنفی شیعہ ہیں تو کچھ معتزلی اور کچھ مرجیہ ہیں درحقیقت حنفی فرقہ وہ جماعت ہے جو امام ابوحنیفہ کی فروعی مسائل اور شرعی مسائل میں تقلید کرے۔ چاہے عقیدے میں ہمارے موافق ہو یا مخالف ہو۔ اگر موافق ہوگا تو اس کو کامل حنفی کہیں گے لیکن اگر دوسرے مذاہب والا عقیدہ رکھے گا تو اس کو بھی حنفی کہیں گے لیکن اس کے عقیدے کی وضاحت کریں گے اس لئے کہ کتنے ہی لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں مگر عقیدے کے اعتبار سے معتزلی ہیں مثلاً زمخشری، نجم الدین الزاہدی، عبدالجبار، ابوہاشم اور جبائی وغیرہ اور پھر کتنے ہی لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں لیکن اصولی مسائل کے اعتبار سے مرجیہ ہیں اور کئی زیدی شیعہ ہیں۔

مولانا صاحب! یہ عجیب مخلوط مذہب ہے۔ تفصیل سے سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی شیعہ مذہب اپنا کر تین خلفاء کا انکار کرے اور ان کو غاصب سمجھے اور قرآن کریم کے دس پارے گم ہونے کا قائل ہو جناب علی رضی اللہ عنہ کو تمام خلفاء سے افضل جانے اور ائمہ کی عصمت کا قائل ہو اور یہ گمان بھی رکھے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لانے میں غلطی کی ہے، متعہ کو حلال سمجھے بلکہ ضروری کہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی محارب کہے (1) یا پھر معتزلہ کا عقیدہ رکھتے ہوئے صفات ایزوی کا انکار کرنا۔ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار کہے، شفاعت نبوی کو باطل کہے، ایصال ثواب کا علی الاطلاق منکر ہو یا پھر اسی طرح مرجیہ کا عقیدہ اپناتے ہوئے اعمال (نماز وغیرہ) کو ایمان سے خارج سمجھے اور ملائکہ انبیاء اولیاء، صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کے ایمان کو ایک جیسا برابر جانے وغیرہ یا پھر جہمیہ کے عقیدے کو اپناتے ہوئے قرآن کو مخلوق کہے، قیامت کے دن اعمال کے تولنے کا انکار کرے اور عذاب قبر، اللہ تعالیٰ کے عرش و کرسی بلکہ تمام صفات کا انکار کرے۔

ا۔ سیدنا معاویہ ؓ کو باغی کہنا تو حنفیوں کا اپنا مذہب ہے۔ تفصیل کیلئے فقہ اکبر دیکھئے۔ (مترجم)

جنت اور جہنم کے فنا ہونے اور تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھے یا پھر قدریوں والی باتیں قبول کرے جو بھی کرے لیکن مقلد ہو۔ جو بھی عقیدہ اپنائے مگر چونکہ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتا زیر ناف ہاتھ باندھتا ہے آمین بالجہر کا عامل نہیں ہے اور بسم اللہ آہستہ پڑھتا ہے دو سجدوں کے بعد بغیر بیٹھے اٹھتا ہے چمگادڑ اور چوہے کے پیشاب کو پاک جانتا ہے(1)' بلی کے پیشاب (2) اور اپنے پیشاب کے چھینٹے اگر سوئی کے سر کے برابر ہوں تو ان کی پرواہ نہیں کرتا (3)' خنزیر کے بالوں کو پاک جانتا ہے (4)' درہم کے برابر کپڑے میں پاخانہ لگا ہو (5) یا کتے یا بھیڑیئے کے دانتوں کا ہار پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہ سمجھے (6)' مشت زنی وغیرہ مباح سمجھتا ہے' غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھتا' (7) زکاۃ سے بچنے کیلئے حیلے کا قائل ہو (8)' روزے کی حالت میں مردہ آدمی یا جانور سے وطی کرنے سے کفارہ لازم نہیں جانتا' (9) دنیادار کے حج کو غریب کے حج سے بہتر جانتا ہو (10)' مدینہ شریف کو حرم نہیں کہتا (11)' کپڑا لپیٹ کر وطی کرنے سے غسل ضروری نہیں سمجھتا' (12) امام کو حد شرعی سے بالا جانتا ہو (13) محرمات سے وطی کرنے والا خواہ لوطی بھی ہو اس کو حد نہیں لگاتا۔ پیاسے کو شراب پینے کی اجازت دیتا ہے' ولی کے بغیر نکاح درست کہتا ہے' اونٹوں کی قطار میں سے بمع سامان اونٹ چوری کرنے والے اور کفن اور دیوار سے سوراخ کر کے ہاتھ ڈال کر چوری کرنے والے پر حد نہیں لگاتا' (14) کتے کا گوشت فروخت کرنا جائز سمجھتا ہے' (15) غصب

---

۱. درمختار برهامش شامي ۱ : ۲۱۲ الابول الخفاش و خرءه فطاهر وكذا بول الفارة لتعذر التحرز عنه وعليه الفتوى.

۲. بول السنور في غير اواني الماء عفو وعليه الفتوى (شامي: ۱ : ۲۱۲)

۳. یہ مسئلہ تمام حنفی کتب قدوری نور الایضاح ھدایہ درمختار وغیرہ سب میں موجود ہے۔

۴. فلو صلى ومعه اكثر من الدرهم لا يجوز ولو وقع في ماء قليل نجسه وعند محمد لا ينجسه افاده في البحر وذكر في الدرانه عند محمد طاهر لضرورة استعماله (الشامي: ۱ : ۱۴۴)
اگر خنزیر کے بال درہم کے برابر ہوں تو ان کو اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک خنزیر کے بال پاک ہیں' اگر وہ پانی میں گر جائیں تو پانی پلید نہ ہوگا۔

۵۔ یہ مسئلہ بھی فقہ کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔

۶. وكذا لو صلى وفي عنقه قلادة فيها سن كلب اوذئب يجوز صلواة كذا في القاضي خان ۱ : ۱۰

کردہ چیز چبالی جائے تو جائز ہو جائے گی کا فتویٰ دے' (16) کتا اگر مچھلی اٹھا کر نگل جائے اور کتے کا پیٹ چیر کر دیکھیں اگر مچھلی سلامت ہے تو حلال کہتا ہو۔ (17) مردہ مرغی سے نکلا ہوا انڈا جائز سمجھتا ہو (18) تراویح بیس رکعت پڑھتا ہو' نماز میں سلام کے عوض ہوا خارج کرنا صحیح سمجھتا ہو (19) کوئی امیر یا پیر جبراً طلاق دلوائے تو جائز جانتا ہو (20) شراب اور بھنگ کی تجارت کی اجازت دیتا ہو' عورت جھوٹے گواہ لا کر کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کر دے حالانکہ نکاح نہیں کیا گیا اور قاضی حلال ہونے کا فتویٰ دے دے' (21) اسی طرح جھوٹے گواہوں کو نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہو (22)' روزوں کی قضا اور نماز کے فدیہ سے بچنے کیلئے حیلہ سازی سکھلاتا ہو' (23) نماز میں درود کو فرض نہیں سمجھتا' حدیث کے حاصل کرنے والے کو مفلس اور تنگ دست کہتا ہو' مکمل قرآن کے سیکھنے سے فقہ کو سیکھنا افضل کہتا ہو' امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتا بس اس وجہ سے حنفی ہے اور ہمارا ہی ہے عجیب معجون مرکب تیار کی گئی ہے۔

حافظ شیرازی ایسے ہی مذہب کی ترجمانی کرتے ہیں:۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

بالفاظ دیگر: الغرض کیسا بھی عقیدہ ہو پھر بھی حنفی جماعت سے خارج نہیں ہے حالانکہ یہ دوسرے

۷۔ یہ مسئلہ فقط غریب لوگوں کیلئے ہے اور بڑے آدمیوں کی نماز (مثلاً محمد علی جناح اور لیاقت علی خان) انہوں نے پڑھی ہے۔

۸۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ ص:۱۵۲ اذا اراد ان یحیل لا متناع وجوب الزکواۃ لما انہ خاف ان لا یودي فیقع في الماثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یثق بہ ویسلمہ الیہ ثم یستوھبہ۔

۹۔ یہ مسئلہ التفصیل الجلیل میں گزرا ہے وہاں دیکھ لیں۔

۱۰. حج الغني افضل من حج الفقیر (الدر علي هامش الشامی ۲:۲۵۳)

۱۱. درمختار برهامش شامي ۲:۲۵۲ لا یودي فیقع في الماثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یثق به ویسلمه الیه ثم یستوھبه.

۱۲. وایلاج بخرقة مانعة من وحدود الاۃ نور الایضاح ص۳۸ مطبوعه دهلوي

تمام فرقے اہل السنّت والجماعۃ سے الگ ہیں اس لئے کتاب الفصل لا بن حزم والملل والنحل للشهرستانی وتبلیس ابلیس لابن الجوزی وغنیة الطالبین للشیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کا مطالعہ کریں اس لئے کہ جماعت حنفیہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت میں داخل سمجھتی ہے (24)۔ خلاصہ یہ ہے کہ عمل کے اعتبار سے اہلسنت میں داخل ہیں لیکن عقیدہ کے لحاظ سے اس سے خارج ہیں یعنی نماز، روزے، زکوۃ، حج، نکاح، طلاق، بیع، قضا وغیرہ میں سنی حنفی ہیں لیکن ایمان وعقیدہ میں شیعہ، مرجیہ، جہمیہ، قدریہ یا معتزلہ ہیں برعکس ان کے اہلحدیث ہر حالت میں عقیدے کو مقدم رکھتے ہیں، عقیدے کے مخالف کو اپنی جماعت میں شمار نہیں کرتے۔

عقیدہ اہلِ حدیث

امام احمد بن حنبل جو کہ باتفاق کافة العلماء اہلحدیث تھے مختصر طبقات الحنابلہ ص ۱۸ امام مسدد بن مسرھد (من شیوخ البخاری) کے سوال کے جواب میں جماعت اہلحدیث کے عقائد اس طرح سے بیان کئے ہیں کہ:۔

اما بعد! وفقنا الله وایاکم لکل مافیه رضاه وجنبنا وایاکم عن کل ما فیه سخطه واستعملنا ایاکم عمل الخاشعین له العارفین به فانه

---

۱۳. هدایه ۲: ۴۹۸ وکل شیئ صنعه الا الذی لیس فوقه امام فلا حد علیه الا القصاص

۱۴. هدایه باب الرقة میں یہ لفظ ہیں کہ ولا قطع علی النباش ...... ومن نقب البیت وادخل یده فیه واخذ شیئالم یقطع وان سرق من القطار بعیرا اوحملا لم یقطع.

۱۵. فتاوی عالمگیری میں ہے کہ واذا ذبح کلبه وباع لحمه جاز.

۱۶. قالوا اذا غصب طعاما فمضغه واکله حل له ذالک فی قول ابی حنیفة لانه صار مستهلکا بالمضغ. (قاضی خان ۲: ۲۷۶)

۱۷. قاضی خان ۴: ۴۳۶ وان اکلها (یعنی السمکة) کلب فشق بطنه فخرج السمکة توکل اذا کانت صحیحة.

۱۸. البیضة اذا خرجت من دجاجة میتة اکلت (عالمگیری ۴: ۲۱۸)

المسؤل ذالک واوصیکم ونفسي بتقوي الله العظيم ولزوم السنة والجماعة فقد علمتم ما حل بمن خالفها وما جاء في من اتبعها فانه قد بلغنا عن النبي ﷺ انه قال ان الله ليدخل العبد الجنة بالسنة يتمسک بها وآمرکم ان لا توثروا علي القرآن شيئا فانه کلام الله وما تکلم الله فليس بمخلوق وما احبربه عن القرون الماضية فغير مخلوق وما في اللوح المحفوظ فغير مخلوق والتصديق بما جائت به الرسل واتباع السنة نجاة ...... والايمان قول وعمل يزيد وينقص زيادته اذا احسنت ونقصانه اذا اسات ويخرج الرجل من الايمان الي الاسلام فان تاب رجع الي الايمان ولا يخرجه عن الاسلام الا الشرک بالله العظيم اويرد فريضة من فرائض الله جاحدا لها فان ترکها تهاونا بها وکسلا کان في مشيئة الله ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه ...... فمن زعم ان عليا افضل من ابي بکر فقد رد الکتاب والسنة ...... ومن زعم ان اسلام علي اقدم من اسلام ابي بکر فقد اخطا ...... ويومن بالقضاء والقدر خيره وشره وحلوه ومره من الله

۱۹۔ وان تعمد الحدث او تکلم او عمل عملا ينافي الصلوة تمت صلوته (هدايه ۱:۱۳۰)

۲۰۔ یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں مصرح ہوا ہے۔ فارجع البصر هل ترىٰ من فطور

۲۱۔ هداية ۲:۲۹۳ میں ہے کہ من ادعت عليه امراء ة انه تزوجها وقامت بينة فجعل القاضي امراء ته ولم يکن تزوجها وسعها المقام وان تدعه جامعها.

۲۲۔ وکذالک لو قضی بالطلاق بشهادة الزور مع علمها حل لها التزوج بآخر بعد العدة وحل للشاهد تزوجها وحرمت علي الاول (عالمگيری ۲:۲۹۱) پھر ایسے لالچ کیلئے کئی آدمی جھوٹی گواہی کیلئے تیار ہو جائیں گے۔

۲۳۔ اذا اراد ان يودي الفدية من صوم ابيه وصلاته وهو فقير فانه يعطي منوين من الحنطة فقير اثم يستوهبه ثم يعطيه هکذا الي ان يتم .(فتاویٰ سراجيه:۱۴۵)

۲۴۔ حالانکہ ایسے نہیں ہے۔(مترجم)

وان الله خلق الجنة قبل خلق الخلق و خلق للجنة اهلا و نعيمها دائم ...... وخلق النار وخلق للنار اهلا وعذابها دائم وان يخرج قوما من النار بشفاعة رسول الله وان اهل الجنة يرون ربهم بابصارهم لا محالة وان الله كلم موسي تكليما واتخذ ابراهيم خليلا والميزان حق والصراط حق والانبياء حق وعيسیٰ بن مريم عبد الله ورسوله والايمان بالحوض والشفاعة والايمان بالعرش والكرسي والايمان بملك الموت انه يقبض الارواح ثم يرد الارواح الي الاجساد ويسالون عن الايمان والتوحيد والرسل والايمان بالنفخ في الصور والصور قرن ينفخ فيه اسرافيل وان القبر الذي هو بالمدينة قبر النبي محمد ﷺ ومعه(25) . ابو بكر وعمر وقلوب العباد بين اصبعين من اصابع الله والدجال خارج في هذه الامة لا محالة وينزل عيسیٰ بن مريم الي الارض فيقتله بباب لد وما انكرته العلماء من اهل السنة فهو منكر واحذروا البدع كلها ...... كنا نقول (26) ابو بكر و عمر و عثمان و نسكت عن علي ...... هم والله الخلفاء الراشدون المهديون وان نشهد للعشرة انهم في الجنة فمن شهد له النبي ﷺ شهدنا له بالجنة ورفع اليدين في الصلواة زيادة في الحسنات والجهر بآمين عند قول الامام ولا الضالين والدعاء لائمة المسلمين بالصلاح ولا يخرج عليهم بالسيف ولا يقاتل في الفتنة ولا تتالي علي احد من المسلمين ان يقول فلان في الجنة ...... الا العشرة الذين يشهد لهم رسول الله ﷺ بالجنة وصفوا اله بما وصف الله به نفسه وانفوا عن الله ما نفاه عن نفسه واحذروا الجدال مع اصحاب الاهواء والكف عن مساوي

اصحاب النبي ﷺ والتحدث بفضائلهم ولامساك عن ما شجر بينهم ولا تشاور اهل البدع في دينك ولا تفارقه في سفرك ولا نكاح الا بولي وخاطب وشاهدي عدل والمتعة حرام الي يوم القيامة والصلواة خلف كل بر وفاجر صلاة الجمعة وصلاة العيدين والصلاة علي من مات من اهل القبلة وحسابهم علي الله والخروج مع كل امام في غزوة اوحجة والتكبير علي الجنازة اربع فان كبر الامام خمسا فكبر مع ...... والمسح علي الخفين للمسافر ثلاثة ايام ولياليهن وللمقيم يوم اليلة وصلاة (27) الليل والنهار مثني ولا صلواة (28) قبل العيد واذا دخلت المسجد فلا تجلس حتى تصلي ركعتين تحية للمسجد والوتر (29) ركعة والاقامة فرض احب اهل السنة علي ما كان منهم اماتنا الله واياكم علي الاسلام والسنة ورقنا واياكم العلم ووفقنا واياكم لما يحب ويرضي باختصار (مناقب الامام احمد بن حنبل لا بن الجوزي: ١٧٦)

امابعد! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس کام کی توفیق عطا کرے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور ہم سب کو اس کام سے بچائے جس میں اس کی ناراضگی ہے۔ ہم سے اور آپ سے سنت پہنچانے کا

۲۵۔ مسئلہ تفضیل کی طرف اشارہ ہے۔

۲۶۔ اس سے خوارج کی تردید مراد ہے اور دوسری روایت میں مروی ہے کہ ان الخلافة لم تزين عليا بل على زينها خلافت نے علی رضی اللہ عنہ کو نہ مزین کیا بلکہ علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مزین کیا تھا۔

۲۷. هكذا هو الوارد في الاحاديث الصحيحة الا ماحض منها وهو اربع قبل الظهر والوتر ثلاث فصاعدا كما وردت بذالك الاخبار القوية.

۲۸. وانما لم ينكر بعدها لثبوت السنية للركعتين بعد صلاة العيد في البيت كما عند ابن جه والبيهقي بسند حسن.

۲۹۔ یعنی ایک رکعت بھی حق ہے جو کہ اکثر صحیح احادیث میں موجود ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک رکعت اس لئے کہ احادیث میں تین رکعتیں ہیں بلکہ پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعت تک ہیں۔

کام لے اسی مالک سے سوال ہے۔آپ کو اور خود کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اہلسنت والجماعت سے چمٹے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ ان کی مخالفت حرام ہے اور ان کی اتباع کے متعلق جو تاکید (قرآن وحدیث) میں ہے وہ آپ جانتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے کو جنت میں داخل کرے گا جو سنت کو مضبوطی سے تھامے گا۔ہم آپ کو وصیت کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں اضافہ نہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کی کلام مخلوق نہیں ہے۔گزرے ہوئے زمانے کی باتیں مخلوق ہیں لیکن جو بھی لوح محفوظ میں ہے وہ مخلوق نہیں ہے۔ انبیاء ورسل کا لایا ہوا پیغام ان کی تصدیق اور سنت کی اتباع میں ہی نجات ہے۔ایمان قول اور عمل ہے۔ایمان میں نیکی کرنے سے اضافہ اور بڑائی سے کمی واقع ہوتی ہے۔ایمان سے اسلام کی طرف نکلنا ممکن ہے اگر کوئی توبہ کرلے تو ایمان کی طرف لوٹ سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے شرک اور فرائض میں سے کسی فرض کے انکار کے علاوہ دوسرا کوئی عمل اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

اگر اسلام کا کوئی عمل توہین یا سستی کی وجہ سے چھوڑ دے تو وہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو عذاب دے چاہے معاف کر دے۔جو یہ کہے کہ علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہے تو اس نے قرآن وحدیث کا انکار کیا اور جو یہ بھی گمان کرے کہ علی رضی اللہ عنہ کا اسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام سے قدیم ہے تو اس نے غلطی کی۔

تقدیر کی اچھائی اور برائی اس کی تنگی وسختی پر ایمان رکھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے جنت، جنتی اور اس کی دائمی نعمتیں پیدا کیں، دوزخ، دوزخی اور اس کے دائمی عذاب پیدا کئے۔رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے، جنتی اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو ضرور دیکھیں گے۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا تھا۔میزان وپل صراط حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ حق ہے۔عیسیٰ علیہ السلام مریم صدیقہ کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے بندے ورسول

ہیں۔حوض اور شفاعت پر ایمان لانا اسی طرح عرش و کرسی پر ایمان لانا اور ملک الموت کے متعلق ایمان رکھنا کہ یہ روح قبض کر کے پھر دوبارہ جسم کی طرف لوٹا تا ہے۔لوگوں سے ایمان توحید اور رسالت کے متعلق سوال ہوگا۔صور پھونکنے کے متعلق ایمان رکھنا اور یہ سمجھنا کہ صور ایک سینگھ ہے جس میں اسرافیل صور پھونکے گے۔

مدینہ منورہ میں جو قبر ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ہے جن کے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔دجال لازماً اس امت میں آئے گا۔عیسیٰ علیہ السلام مریم صدیقہ کے بیٹے ارض مقدسہ پر آسمان سے اتریں گے اور دجال کو ''لد''(30) کے دروازے پر قتل کریں گے۔علماء اہل سنت جو بات نہ مانیں وہ منکر ہے اس لئے تمام بدعات سے بچیں ہم ابوبکر' عمر اور عثمان (کو خلفائے راشدین) کہتے ہیں کہ اور علی کے متعلق سکوت اختیار کرتے ہیں۔اللہ کی قسم! یہ خلفاء راشدین ہدایت کا راستہ دکھلانے والے ہیں۔ہم یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ہم ان کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔نماز میں رفع الیدین کرنا' بلند آواز سے امین کہنا' مسلمانوں کی ہدایت کیلئے دعا کرنا' اچھائیوں میں اضافہ ہے۔حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھا کر خروج نہ کرنا' فتنے کے وقت لڑائی نہ کرنا اور مسلمانوں میں سے کسی کے متعلق یہ دعویٰ نہ کرے کہ فلاں جنتی ہے' ان دس صحابہ کے علاوہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔اللہ کی وہ صفات بیان کریں جو خود اس نے اپنے لئے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کی نفی کریں جس کی اس نے خود نفی کی ہے۔اہل رائے سے جنگ و جدل سے پرہیز کریں۔رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں ان سے خاموش رہیں ان کے فضائل و مناقب بیان کریں اور باہمی اختلافات کے ذکر سے خاموشی اختیار کریں اپنے دین کے متعلق بدعتیوں سے مشورہ نہ کریں اور

۳۰۔ ''لد'' یہ مقام اسرائیل میں واقع ہے وہاں اسرائیلیوں نے ایئرپورٹ قائم کیا ہے۔

نہ ہی ان کو ساتھ لے کر سفر کریں ولی وکیل اور گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے اور متعہ قیامت تک حرام ہے ہر اچھے اور برے کے پیچھے جمعہ یا عیدین کی نماز پڑھیں اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وقت کے حاکم کے ساتھ مل کر حج اور جہاد پر جانا چاہئے۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنی چاہییں اور اگر امام پانچ مرتبہ تکبریں کہے تو اس کے پیچھے پانچ تکبریں کہے۔ مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کیلئے ایک دن اور رات موزوں پر مسح کرنا ہے۔ تہجد کی نماز دو دو رکعتیں ہے۔

عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے۔ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں تحیۃ المسجد نماز پڑھیں۔ وتر ایک رکعت ہے۔ اقامت فرض ہے اہل سنت سے محبت کریں جب تک ان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسلام اور سنت نبوی پر موت عطا کرے اور ہم سب کو علم عطا کرے اور پھر اس پر عمل کی توفیق دے جس کو پسند کرتا ہے۔

اور صفحہ ۱۷۱ میں دوسری روایت جس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

فالسنة عندنا آثار رسول الله ﷺ والسنة تفسر القرآن وهي دلائل القرآن وليس في السنة قياس ولا تضرب لها الامثال ولا تدرك بالعقول والاهواء انما هو الاتباع وترك الهوي فان الكلام في القدر والرؤية والقرآن وغيرها من السنن مكروه منهي عنه لا يكون صاحبه وان اصاب بكلامه السنة من اهل السنة......

ومن ترك الصلواة فقد كفر وليس من الاعمال شيئ تركه كفر الا الصلواة ومن تركها فهو كافر وقد احل الله قتله والنفاق هو الكفر ان يكفر بالله وبعبد غيره ويظهر الاسلام في العلانية مثل المنافقين الذين كانوا علي عهد رسول الله ﷺ ثلاث من كن فيه فهو منافق علي التغليظ نرويها كما جاء ت ولا نفسرها...... ونحو هذه الاحاديث مماقد صح وحفظ فانا نسلم له وان لم نعلم تفسيرها ولا

نتکلم فیہ ولا نجادل ولا نفسر هذه الاحاديث الامثل ما جاء ت ولا نردها الا بحق منها والرجم حق علي من زنى وقد احصن اذا اعترف او قامت عليه بينة ...... ونخاف علي المسي المذنب ونرجو له رحمة الله..... والسمع والطاعة للائمة وامير المؤمنين البر والفاجر ..... وقسمة الفيء واقامة الحدود الي الائمة ماض...... ودفع الصدقات اليهم جائزه نافذة.

ہمارے نزدیک سنت رسول اللہ ﷺ قول، فعل، تقریر (آثار) کا نام ہے جو کہ قرآن کی تفسیر اور دلیل ہے سنت میں قیاس نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے مثالیں نہیں دینی چاہئیں اور نہ ہی سنت کو عقل اور خواہشات کے معیار پر جانچا جائے گا بلکہ سنت اتباع اور خواہشات کو چھوڑنے کا نام ہے، تقدیر، رویتِ باری تعالیٰ قرآن وسنت کے متعلق جو حدیثیں ہیں ان میں کلام کرنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ اس باب میں اگر کوئی صحیح بات بھی کرے تب بھی اہلسنت میں سے نہیں ہوسکتا۔ جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کا کام کیا ہے اور اعمال میں سے دوسرا کوئی بھی کفر کا نام نہیں ہے جس نے بھی نماز چھوڑی وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل حلال کیا ہے، نفاق بھی کفر ہے جو اللہ کا کفر کرے اور غیر اللہ کا بندہ کہلائے اور اسلام کو ظاہر کرے وہ منافقین کی طرح ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ تین خصلتیں جس میں ہوں وہ پکا منافق ہے۔

جیسے حدیثیں بیان ہوئی ہیں اسی طرح ہم روایت کرتے ہیں اور ان کا مطلب بھی بیان نہیں کرتے ایسی دوسری صحیح اور محفوظ احادیث کو ہم تسلیم کرتے ہیں جب تک کہ ان کی تفسیر نہیں جانتے نہ ان میں کلام کرتے ہیں اور نہ تکرار کرتے ہیں اور نہ بیان کرنے کے علاوہ ہم یہ رد کرتے ہیں جو حق بات ہوتی ہے وہی کہتے ہیں جو آدمی زنا کرے اس کی برحق سزا رجم ہے۔ اگر کوئی شخص اعتراف کرے یا پھر اس پر حد لازم ہو جائے تو وہ پاک دامن ہے، گنہگار کے متعلق عذاب سے

ڈرتے ہیں اور بخشش کی امید رکھتے ہیں۔

حکمران کی بات سنی اور اس کی زبان برداری کرنی ہے چاہے اچھے ہوں یا برے ہوں اور غنیمت تقسیم کرنا اور حدود کو قائم کرنا حکمرانوں کا فرض ہے اور ان کو صدقات وزکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے۔

اور ص ۱۶۵ میں ایک روایت میں ہے کہ:۔

صفة المؤمن من اهل السنة والجماعة من شهد ان لا اله الاّ الله وحده لا شريک له وان محمدا عبده ورسوله واقر بجميع ما اتت به الانبياء والرسل وعقد قلبه علي ما ظهر من لسانه ولم يشک في ايمانه...... وارجا ماغاب عنه من الامور الي الله وفوض امره الي الله ولم يقطع بالذنوب العصمة من الله...... وعرف حق السلف الذين اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ...... والتقصير في السفر...... والشراء والبيع حلال الي يوم القيامة ...... والايمان بعذاب القبر والايمان بمنكر ونكير.

اہل السنۃ والجماعت کے ایمانداروں کی یہ صفت ہے کہ جو **لا اله الا الله** کی گواہی دے اور کہے "**محمد رسول الله**" اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور انبیاء ورسل کی لائی ہوئی شریعت کا اعتراف کرے اور جو بات زبان پر ہو اس کا دل سے بھی یقیناً اعتراف کرے اور جو غیر حاضر ہو اس کے ایمان کے متعلق کوئی شک شبہ نہ رکھے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور اس کے جنتی اور دوزخی ہونے کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ گناہوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ (کے عذاب سے) محفوظ نہ سمجھے۔

سلف صالحین کو اللہ تعالیٰ نے نبی کی صحبت کیلئے منتخب فرمایا تھا ان کا ہر حق پہچانے اور سفر کی حالت میں قصر نماز ادا کرے۔ خرید وفروخت قیامت تک حلال ہے۔ عذاب قبر اور منکر نکیر پر بھی ایمان رکھے۔ ص ۲۰۸ میں ہے کہ **صاحب الحديث عندنا من يستعمل الحديث**:۔

ہمارے نزدیک اہلحدیث وہ ہے جو حدیث کا عامل ہے۔ یہ عقائد جماعت اہلحدیث کو تمام جماعتوں سے ممتاز رکھتے ہیں۔ اسی مذہب کو امام صاحب نے اسلام کہا ہے اور اسی جماعت کو امام صاحب نے اہل السنۃ والجماعۃ کہا ہے۔ ان عقائد کا منکر اہلحدیث نہیں رہتا۔

مولانا عبدالحیؒ لکھنوی اور اہلحدیث

یہی وجہ ہے کہ آپ کا حنفی بھائی اہلحدیثوں کی تعریف کرتے ہوئے رطب اللسان ہے چنانچہ امام الکلام ص:۱۵۶ میں ہے کہ:۔

ومن نظر بنظر الانصاف وغاص في بحار الفقه والاصول مجتنبا عن الاعتساف يعلم علما يقينيا ان اكثر المسائل الفرعية والاصلية التي اختلف العلماء فيها فمذهب المحدثين فيها اقوي من مذاهب غيرهم واني كلما اسير في شعب الاختلاف اجد قول المحدثين فيه قريبا من الانصاف فلله درهم وعليه شكرهم كيف لا وهم ورثة النبي ﷺ حقا ونواب شرعه صدقا حشرنا الله في زمرتهم واماتنا علي حبهم وسيرتهم.

جو انصاف کی نظر سے تعصب کو چھوڑ کر فقہی علوم اور اصول کے سمندر میں اترے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ بہت سارے فروعی اختلافی مسائل جن میں علماء نے اختلاف کیا ہے ان میں محدثین کا مذہب سب سے قوی ہے۔ میں جب بھی اختلافی معاملات میں جاتا ہوں تو اس میں محدثین کا قول انصاف کے نزدیک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو روشن رکھے وہی ان کی قدردانی کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ یہ نبی کے حقیقی وارث ہیں اور اس کی شریعت کے سچے نمائندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی جماعت سے اٹھائے اور ان کی محبت وسیرت پر ہمیں موت دے۔

لکھنوی صاحب کی عبارت اس باب میں کتنی واضح اور فیصلہ کن ہے بقول شاعر ؎

الفضل ما شهدبه الاعداء

اہلحدیث اور قاضی ابو یوسف

اس سے مزید اہلحدیث مذہب کی حقانیت کیلئے کیا پیش کیا جائے؟ ذرا یہ گواہی بھی دیکھ لیں۔

خرج ابو یوسف القاضی یوما و اصحاب الحدیث علي الباب فقال ما علي الارض خیر منکم الیس قد جئتم وبکرتم تسمعون حدیث رسول الله ﷺ. (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص: ۵۱)

یعنی امام صاحب کے تلمیذ رشید نے ایک دن دروازے پر جماعت اہلحدیث کو دیکھ کر کہا کہ اس زمین پر آپ لوگوں سے بہتر کوئی دوسری جماعت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ آتے جاتے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں۔

یہ شہادت امید ہے کہ آپ کیلئے تسلی بخش ہوگی آپ نے **اھون البلیتین** کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ہماری نظر میں **اھون البلیتین** تو اظہار حق ہے اس لئے کہ اخفاء حق اور اس پر ستر پوشی کرنا اللہ تعالیٰ کے سخت مواخذے کا باعث ہے۔

مولانا صاحب! یہ بات آسان ہے کہ کسی عالم کی کتاب پر معقول تنقید کی جائے برعکس اس کے کہ اس کی غلطیوں کو چھپایا جائے اور اس کتاب کو کتاب وسنت کا مقام دے کر اس کا متبادل سمجھا جائے اور اسے دینی کتاب کہہ کر اس پر عمل کیا جائے اور دوسروں سے بھی کرایا جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اہلحدیثوں کی تصانیف پر تنقید نہ کی جائے اور ان کی غلطیاں نہ پکڑی جائیں۔

اگر آپ اہلحدیثوں کی کتابیں پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بھی ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں بلکہ ہر مقلد وغیر مقلد کی غلطی نکالنا آسان ہے بنسبت اس کے کہ ایسے ناپاک مسائل کے مجموعے کو دین کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین کی جائے یا پھر ایسے گندے مسائل سے اغماض کر کے عوام اور لاعلم لوگوں کو دھوکہ دیا جائے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی بھی اہلحدیث کی لکھی ہوئی کتاب غلطی سے پاک نہیں ہے اس لئے

کہ "**المجتہد قد یخطی وقد یصیب**" لیکن ایسے منحوس مسائل جو آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اہلحدیث کی کتابیں اس سے پاک ہیں اور نواب وحید الزمان کے جو بھی حوالے آپ نے دیئے تھے اکثر غلط تھے اور وحید الزمان بھی آپ کے حنفی بھائی تھے۔ کما مر

خالص اہلحدیثوں کی کتابیں پیش کریں جو ایسے مسائل پیش کرتی ہیں اور ہمارا فقیہ بھی آپ کے فقیہ کے دوش بدوش ہو لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ فقہاء کے جوتوں میں اہلحدیثوں کا پاؤں کبھی داخل نہیں ہوسکتا۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

مولانا صاحب! آپ کے نزدیک بھی **اھون البلیتین** کا مسئلہ ہے مثلاً ایک طرف فقہ کے غلط ہونے کا اقرار کریں اور کہیں کہ یہ کتابیں دینی کتابیں نہیں ہیں۔ دین صرف قرآن وحدیث ہی ہے' اسی پر عمل کریں اور اس کے مطابق فتویٰ دیں یا پھر ان تمام باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے فقہ کو بچانے کی کوشش کریں تاکہ مزید اس کی حقیقت کھل کر سامنے آئے۔ دراصل آپ کی فقہ سے محبت اور غلو ہی اس کی عصمت دری کا سبب بنا ہے۔

بقول حافظ شیرازی:۔

من از آن حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

حنفی دوستو! آپ فقہ کو ہرگز نہیں بچا سکتے اس لئے بے سود کوششیں مت کریں بلکہ اس پر پردہ ڈال دیں اور لوگوں کے سامنے اس کے برحق اور سند ہونے کا دم نہ بھریں اور اس کو حجت اور دلیل نہ کہیں اور نہ ہی اس کو دستور العمل بنائیں تو اس طرح خود ہی فقہ نسیاً منسیا ہو جائے گی اور اس پر تنقید کی پھر ضرورت ہی نہ رہے گی۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آپ اس فقہ کو قرآن وسنت کا نچوڑ'

عطر اور خوشبو وغیرہ کہتے ہیں اسی لئے علماء اہلحدیث نے مجبوراً اس کا قرآن وحدیث سے تقابل کیا جس کے نتیجے میں ان کو بہت سی راز کی باتیں ملیں اور پھر فقہ پر تنقید کا ایسا سیلاب جاری ہوا کہ جس کا راستہ روکنا ناممکن ہوتا چلا گیا۔ اس لئے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے ان کتابوں کو بند کر کے رکھ دیں اور نہ ہی ان کی تعلیم دیں اور نہ ہی خود پڑھیں۔ پھر علم پر تنقید بند ہو جائے گی اور نہ ہی یہ کتابیں قابل عمل رہیں گی اور نہ ہی مخالف کو بیہودہ مسائل سے واقف ہونے کی ضرورت محسوس ہو گی۔ اس لئے آسان مثال دے کر بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ سابق ہندوستان میں آریہ سماج اٹھے اور انہوں نے اپنے دھرم کی تبلیغ شروع کر دی تو مجبوراً مسلمان علماء اٹھے اور انہوں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کے مسائل سے واقفیت حاصل کی تاکہ دین متین کی حفاظت کر سکیں اور اس سے پہلے عام مسلمان بری باتوں سے غیر واقف تھے۔ اسی طرح قادیانی مشن کی تبلیغ اور ان کی کتابوں کے مطالعہ نے مرزا کے علم وعقل اور سیرت قبیحہ کو جاننے پر مجبور کیا اور عیسائیوں کے غلط مسائل سے یہاں کے مسلمان ناواقف تھے لیکن جب انہوں نے یہاں تبلیغ شروع کی اور اسلام پر حملے کئے تو خاص علماء کو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح جب آپ کے علماء نے فقہ کی تسبیح شروع کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے درس دیئے حتیٰ کہ علامہ مخدوم محمد معین ٹھٹوی "دراسات اللبیب" کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مدارس میں حدیث کے پڑھانے کا رواج نہ تھا فقط ربع مشکوٰۃ برکت کیلئے پڑھائی جاتی تھی"۔

آج بھی مولانا عبداللہ صاحب کھڈری زندہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے بھی حدیث کی کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ فقط تبرکاً مشکوٰۃ کا ربع پڑھا کر دستار بندی کی رسم ادا کر کے ہمیں مولوی و عالم کی ڈگری عطا کر دی گئی۔ اس پر بھی یہاں کے اہلحدیثوں نے توجہ نہ دی فقط اپنے ہاں حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے پر زور دیتے رہے اور پھر جب رفتہ رفتہ درس احادیث کا سلسلہ شروع ہوا تو احناف کے مدارس میں ہر حدیث ان کے موقف کے خلاف نظر آئی تو انہوں نے ایسی تاویلیں کیں جن کی مجال محرفین کے پاس بھی نہ تھی۔

چنانچہ علامہ اقبال نے ایسے مدارس کی شکایت اس طرح کی ہے:۔

زمن برصوفی وملا سلامے	کہ پیغام خدا گفتند مارا

پھر ایسی ناخواہ تاویلوں کو دیکھ مجبوراً اہلحدیث علماء کو آپ کی فقہ (جس کو ہر طرح سے حدیث نبوی پر فوقیت دی جارہی تھی) کا سرسری مطالعہ کرنا پڑا تا کہ اس میں جو خوبیاں ہیں وہ ظاہر کریں اور پھر عوام کو واضح کیا کہ جن کتابوں کو آپ اپنے دین کا دارومدار سمجھتے ہیں اور اللہ ورسول کی عین شریعت سمجھتے ہیں اس میں یہ فضیلت بھری ہوئی ہے۔ فیلسوف شیراز علامہ سعدی نے اس طرح اس حقیقت کی نگارش کی ہے کہ:۔

چو در سفتہ باشد چہ دانہ کسے
کہ جوہر فروش است یا پیلاور

اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ فقہ کو چھوڑ کر قرآن وحدیث پر بغیر کسی تاویل وتحریف کے عمل کریں اور لوگوں کو قرآن وسنت کی طرف متوجہ کریں۔ یقیناً آہستہ آہستہ فقہ کے عیوب لوگوں کے دلوں سے نکل جائیں گے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کیلئے کون سی بات آسان ہے؟ فقہ کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا آسان ہے یا فقہ پرستی پر مصررہ کر اس کی توہین اور بے عزتی برداشت کرنا؟ **فاختر ایھا شئت.**

آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ احادیث کی کتابوں میں ضعیف احادیث بھی ہیں۔

مولانا صاحب! یہ بھی آپ نے حسد کی وجہ سے احادیث پر حملہ کیا ہے۔ یہ سوچا ہے کہ یہ ضعیف کہنے والے کون ہیں؟ یہی محدثین ہیں یا اور کوئی ہے؟ آپ کو احادیث کے ضعیف ہونے کی خبر کہاں سے ملی ہے؟

فن موضوعات، فن علل الحدیث، فن اسماء الرجال، فن اصول الحدیث ان کے موجد اور واضع محدث ہیں یا کہ حنفی ہیں؟ اگر آپ بھی دیانتداری سے کام لیتے تو کسی کو بھی اعتراض کی جرات نہ ہوتی مگر آپ کے ہاں تو فقہ پر انگلی اٹھانا بھی جرم ہے اور اس کو تنقید سے معصوم سمجھا جاتا ہے۔

پہلا باسناد آپ کے ہاں کونسا مسئلہ ہے؟ ہمارے ہاں بلاسند کوئی بھی روایت حدیث نہیں کہلاتی۔

الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء. (مقدمہ صحیح مسلم)

یہی سبب ہے کہ ان کے فقہیوں نے جیسے چاہا ویسے ہی لکھ دیا لیکن ہمارے اصول (یعنی سند کے علاوہ ہر روایت مردود' مطرود ہے) کے مطابق آپ کی فقہ کا کوئی بھی مسئلہ قابل قبول نہیں رہا اس لئے کہ کسی مسئلے کی سند امام صاحب تک نہیں پہنچتی۔ زیادہ سے زیادہ امام صاحب کے شاگردوں امام یوسف و امام محمد کی چند کتابیں جو اس ملک میں ہیں ان میں بھی اختلاف موجود ہے۔ ابو یوسف امام صاحب سے ایک طرح نقل کرتے ہیں تو محمد دوسری طرح نقل کرتے ہیں جس کو اضطراب کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسی مضطرب حدیث ضعیف کہلاتی ہے۔

مولانا صاحب! محدثین تو تمام احادیث کو شک سے پاک جانتے ہیں جن پر شک ہوتا ہے ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی کتابوں مثلاً ھدایہ' قاضی خان شامی' عالمگیری وغیرہ میں کتنے مسائل ہیں جو کہ امام محمد اور امام ابو یوسف کی کتابوں کے خلاف ہیں۔ اب ان سب روایتوں میں امام صاحب کی صحیح روایات کی کون سی (31) کتاب کہلائے گی؟ الغرض محدثین پر اعتراض کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل مقدمات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اولاً: یہ اصول مقرر کریں کہ کوئی بھی قول بلاسند صحیح الی الامام مقبول نہیں ہے۔

ثانیاً: ایک ایک مسئلے کی سند ذکر کریں۔

ثالثاً: سند کے ہر راوی کا حال ظاہر کریں کہ یہ مجہول راوی ہے یا معروف راوی ہے۔ وعلی الثانی سچا آدمی ہے یا جھوٹا آدمی ہے۔

رابعاً: سند متصل ہے یا منقطع ہے۔

۳۱۔ اس کے متعلق ہماری کتاب "التنقید المضبوط فی تسوید تحری الملبوط" عرف "فقہ وحدیث" دیکھنی چاہئے۔

خامساً: کوئی راوی متغیر الحفظ یا مدلس یا داعی الی البدعۃ تو نہیں ہے۔

سادساً: سند یا متن میں کوئی خفیہ علت قادحہ یا اضطراب تو نہیں ہے۔ وکل ذلک محال اورالحمد للہ محدثین تمام احادیث کو انہی ضوابط کے تحت قبول کرتے ہیں۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

مولانا صاحب! آپ احادیث کے متعلق فکر نہ کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود بھیجی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ ہیں اور ان کا محافظ خود رب جلیل ہے۔ آپ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ اپنی فقہ کی خیر منائیں جو کہ کسی معصوم کا نہیں بلکہ غیر معصوم امتی کا کلام ہے جس کا کوئی بھی ذمہ دار نہیں ہے۔

فو کج نہ تو ن ففیہ فکر کر فقہ سند و
غرباءجي گلشن کي نہ کا غرض کنھن غراب

مسئلہ رفع الیدین

آپ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔

لیکن مولانا صاحب! اہلحدیث کسی بھی صحابی کی بے ادبی نہیں کرسکتا۔ ایسی مثالیں تو آپ کی فقہ میں ہیں جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں۔ حتیٰ کہ شیعہ حنفی یعنی دونوں صفتیں ایک آدمی میں جمع ہوسکتی ہیں یعنی ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن بھی ہو تو دوسری طرف بوقت ضرورت اپنے مسلک کی تائید کیلئے آثار سے فائدہ بھی حاصل کرسکتا ہے یہ آپ کے مسلک میں ہے ہمارے ہاں اس طرح نہیں ہے اور جو آپ نے رفع الیدین کے متعلق لکھا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین نقل کرتے ہیں چنانچہ نصب الرایۃ للزیلعی الحنفی ۱: ۴۱۸ میں ۳۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین کرنا نقل کرتے ہیں اور حافظ ابوالفضل

عراقی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں (فتح الباری ۲:۱۴۹) اور ہم کو بمع قلة البضاعة چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیثیں ملی ہیں پھر اتنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک صحابی کا قول کیا مطلب رکھتا ہے۔اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کو دیکھنے میں نہیں آئی ورنہ ایسے نہ کہتے ۔اس میں ان کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اس لئے کہ کئی مسائل بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مخفی رہے ہیں جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے حریص علی السنة سے مسح علی الخفین جیسا مسئلہ (جو کہ عقائد نسفیہ میں درج ہوا ہے) مخفی رہا (مؤطا امام مالک بخاری وغیرہ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین کون کرتا ہے؟

خود جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مخفی رہا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف تطبیق بین الیدین کرتے رہے۔اس بات میں آپ حنفی حضرات بھی صاحب الوسادة و النعلین کی کوئی پرواہ نہیں کرتے جیسا کہ امام محمد نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ:۔

لا ناخذ بقول ابن مسعود.

مولانا صاحب! نعوذ باللہ یہاں پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے یا جھوٹی نسبت کی ہے یا غلط کہتے ہیں۔ایمانداری سے بتائیں یہاں یہ عمل آپ نے کیوں چھوڑا ہے۔اس کی وجہ آپ یہی بیان کرتے ہیں کہ پہلے تطبیق کا حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا اور پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم ملا جس پر عمل جاری ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ اولا بعد والا عمل کیسے آخری عمر تک مخفی رہا؟ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ موجود نہ تھے؟ یا آپ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھی تھیں؟ یا خلفاء راشدین کی صحبت میں نہیں رہے تھے؟ اور ان کی اقتداء میں نمازیں نہیں پڑھی تھیں؟

دنیائے احناف! آپ کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب ہے؟ یہی کہیں گے کہ یہ دونوں معلوم نہیں ہو سکے؟ حنفی مذہب کے رئیس العلماء رفع الیدین کے متعلق صاف لکھتے ہیں کہ:۔

ان رفع اليدين قدصح عن النبى ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة والتابعين وليس في نسيان ابن مسعود لذالك ما يستغرب قد نسي ابن مسعود من القرآن مالم يختلف المسلمون فيه بعد وهي المعوذتان وتنسي ما اتفق العلماء علي نسخه كالتطبيق ونسي كيف قيام الاثنين خلف الامام ونسي مالم يختلف العلماء فيه ان النبي ﷺ صلى الصبح يوم النحر في وقتها ونسي كيفية جمع النبي ﷺ بعرفة ونسي مالم يختلف العلماء فيه من وضع المرفق والساعد علي الارض في السجود ونسي كيف كان يقرء النبى ﷺ وما خلق الذكر والانثي واذا جاز علي ابن مسعود ان ينسي مثل هذا في الصلواة كيف لا يجوز مثله في رفع اليدين .

(نصب الراية في تخريج احاديث الهداية للزيلعي الحنفى ۱ :۳۹۷)

مولانا صاحب! کیا کہتے ہیں کہ آپ اپنے حنفی بھائی کی یہ بات سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین پر محمول کریں گے؟ صاف ظاہر ہے کہ ایک طرف ان کی شان ومقام ہر مسلمان کے پاس مُسلّم ہے لیکن وہ معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ اگر ان کو کوئی چیز بھول جائے یا ان سے کوئی چیز مخفی رہے تو اس میں ان کی تنقیص شان نہیں ہے۔ خود کتنی ہی روایتیں علماء احناف نے صاحب الوسادۃ والنعلین کی پس پشت ڈال دی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم ۱:۲۱۴ مع النووی میں حدیث ہے کہ:۔

صلى بنا علقمة الظهر خمسا فلما سلم قال القوم يا ابا شبل قد صليت خمسا قال كلا ما فعلت قالوا بلي قال وكنت في ناحية القوم وانا غلام فقلت بلي قد صليت خمسا قال لي وانت ايضا يا اعور تقول ذالک قال قلت نعم قال فانفتل فسجدته سجدتين ثم

سلم ثم قال قال (32) عبد الله صلي بنا رسول الله ﷺ خمسا فلما انفتل تو شوش القوم بينهم فقال ما شانكم قالوا يا رسول الله هل زيد في الصلواة قال لا قالوا فانک قد صليت خمسا فانفتل ثم سجد سجدتين ثم سلم قال انما انا بشر مثلكم أنسى كما تنسون وزاد ابن نمير في حديثه : فاذا نسي احدكم فليسجد سجدتين.

مولانا صاحب! کیا کہتے ہیں! صاحب الوسادۃ والنعلین اس نقل کرنے میں سچے ہیں یا نعوذ باللہ کچھ اور پھر ناقل بھی علقمہ ہیں جس تک آپ فقہ کا سلسلہ پہنچاتے ہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔اب آپ بتائیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ کیوں چھوڑتے ہیں؟

مثال نمبر۲: بھی ذرا معجم صغیر طبرانی ص ۲۰۵ کے حوالے سے لیجئے جس میں حدیث ہے کہ:۔

ثنا محمد بن بشر بن يوسف الاموی الدمشقی ثنا دحيم عبد الرحمن بن ابراهيم ثنا الوليد بن مسلم ثنا ثور بن يزيد عن عمرو بن قيس الملائي عن ابي اسحاق الهمداني عن ابي الاحوص عن عبد الله بن مسعود ان النبي ﷺ كان يقرأ في صلواة الصبح يوم الجمعة الم تنزيل السجدة وهل اتي علي الانسان يديم ذالک.

مولانا صاحب! اس دائمی عمل نبوی کیلئے آپ کے ہاں یہ فتویٰ ہے کہ:۔

ويكره ان يوقت بشيئ من القرآن لشيئ من الصلوات. (هدايه ۱: ۱۰۰)

اسی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

وقوله يكره ان يوقت كالسجدة واللانسان لفجر الجمعة

اور حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ:۔

۳۲۔ كتب القاري اذا اطلق عبد الله عند المحدثين فهو عبد الله بن مسعود (التعليق الممجد علي موطا الامام محمد: ۴۵)

هو ایضا احتراز عن مذهب الشافعي فانه قال يستحب ذالک

حديث ابن مسعود ان النبي ﷺ كان يقرأ هما في صلوأة الفجر.

مولانا صاحب! اب بتائیں کہ یہ روایت تو آپ کے ہاں بھی ثابت ہے؟ کما مر قریبا پھر بقول شما یہ مکروہ فعل ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کیسے منسوب کیا؟ کیا یہاں پر بھی جھوٹ کا الزام لگائیں گے؟ نعوذ بالله حاشا ه الله من ذلک.

مثال نمبر ۳:۔

ان عبد الله بن مسعود كان يقول من قبله الرجل امراته الوضوء.

(موطا مالک: ۱۲)

مولانا صاحب! یہ آپ کے پاس صاحب الوسادة والنعلین کا قول قابل قبول ہے؟ بوسے کو ناقص الوضو کہیں گے یا نہیں؟

مثال نمبر ۴: مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت موجود ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں جماعت ثانیہ پڑھتے تھے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ اس کو کسی اعتبار میں لاتے ہیں یا نہیں؟

مثال نمبر ۵: صحیح بخاری ۲:۹۲۶ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تشہد کے متعلق مروی ہے کہ:۔

فلما قبض النبی ﷺ قلنا السلام علي يعني علي النبي ﷺ.

یعنی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم صحابہ کرام التحیات میں السلام علیک ایھا النبی کے بجائے السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا تھا۔ اے احناف آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے اور آپ کس وجہ سے اس کو رد کریں گے؟ نعوذ باللہ۔ جھوٹ کا الزام لگائیں گے یا غلطی کہیں گے یا کیا کہیں گے؟

مثال نمبر ۶: جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ بغیر روزے کے بھی اعتکاف صحیح مانتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ) حالانکہ آپ کے ہاں روزہ اعتکاف کیلئے شرط ہے۔

مثال نمبر ۷: جامع ترمذی ۱:۱۳۳ میں حدیث ہے کہ:۔

حدثنا محمود بن غیلان نا ابو احمد نا سفیان عن ابی قیس عن هذیل بن ترجیل عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له.

آپ کے ہاں تو ''حلالہ'' کرنا جائز ہے جیسا کہ آپ کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے جان چھڑانے کیلئے آپ طرح طرح کے حیلے اور بہانے کرتے رہتے ہیں جن کا کوئی وزن بھی نہیں ہوتا لیکن یہاں اہلحدیثوں پر بہت جلد غصہ آ گیا ہے حالانکہ غور کریں تو آپ کو رفع الیدین متواتر احادیث سے ملے گا جیسا کہ علماء احناف نے بھی یہ بات قبول کی ہے کہ رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے:۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی التعلیق الممجد علیٰ موطا امام محمد ص ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ:۔

ان حدیث الرفع متواتر عن النبی ﷺ . الخ

اسی طرح شیخ سلام اللہ الدھلوی الحنفی نے بھی کتاب المحلی شرح الموطا میں اس کا متواتر ہونا قبول کیا ہے اور متواتر کے خلاف روایت کسی کے ہاں بھی معتبر نہیں اس لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی براءت کیلئے ایسے کہا گیا ہے جس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ خود علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری ۱: ۳۹۵ میں لکھتے ہیں کہ:۔

ان العالم الکبیر قد یخفی علیه بعض ما یدرکه من هو دونه لان العلم منع الدهیة ومواهب رحمانیة وان الفضل بیدالله یؤتیه من یشاء.

نیز جو صحابہ رضی اللہ عنہم رفع الیدین کو نقل کرتے ہیں وہ بھی مقام و منزلت میں کم نہیں ہیں جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایات بیہقی میں موجود ہیں اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابوداؤد میں ہے اور تینوں خلفاء علم و فضل میں جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہیں اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ (جو کہ آخری دس سال آپ کی خدمت مبارک میں رہے کما فی شمائل الترمذی) کی روایت دارقطنی اور ابن ماجہ میں موجود ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ تطبیق میں جناب انس رضی اللہ عنہ

کی روایت کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر ترجیح دی ہے اور یہاں پر نعلین اور وسادہ اور نہ ہی دائمی ملازمت کا بلکہ یہاں پر تو انس رضی اللہ عنہ کو بھی چھوڑ دیا اور پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فقیہ ہونے کی دعا کی (جیسا کہ آپ نے بھی پہلے مخطوط میں لکھا تھا) ان کی روایت ابوداؤد میں موجود ہے اور پھر اہل بیت کے برگزیدہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بھی روایت ابوداؤد میں موجود ہے اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جن کے آنے کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی اور جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے ساتھ ان کو ممبر پر بٹھا لیا۔ (تہذیب ۲:۱۰۲) ان کی روایت صحیح مسلم میں ہے ابن عمر جن کی حرص علی اتباع السنة پوری کائنات جانتی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے رجل صالح کہہ کر بلایا ہے (کتاب رفع الیدین للبخاری) ان کی روایت صحیحین بلکہ تمام کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جن کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی رات میں ستر مرتبہ دعا کی تھی (ترمذی ۲:۲۲۵) ان کی روایت ابن ماجہ اور مسند الامام احمد وغیرہ میں مروی ہے۔ حافظ الحدیث جناب ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ جن کو آپ ﷺ کی دعا کی وجہ سے کبھی بھی بھول نہ ہوئی (ترمذی) ان کی روایت ابوداؤد، دارقطنی، ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔

آپ بتائیں کہ یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذ اللہ کم درجہ کے حامل ہیں؟ کچھ اللہ تعالیٰ کا خوف کھائیں۔ اتنی جرات حدیث میں مت پیدا کریں اور جو آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قد مبارک کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا قد چھوٹا تھا بعض نے یہ عذر پیش کیا ہے اس کیلئے گزارش ہے کہ اگرچہ واقعہ ہی صحابی موصوف چھوٹے قد کے تھے:۔

"کما فی اسماء الرجال للخطیب ولی الدین محمد صاحب المشکوة (وھو مع مشکوة ص۵ اصح المطابع) میں ہے کہ:۔

وکان خفیف اللحم.

لیکن یہ تو قدرتی صفت ہے۔

صنع اللہ الذی اتقن کل شیئ. (النمل ع ۲)

جس کو عیب ہرگز شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ **واللہ العظیم**۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ میزان میں نہایت ثقیل اور وزن دار ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔"**اخرجه عبد البر في الاستيعاب في معرفة الاصحاب**" اور یہ عذر پیش کرنا کہ ان کا قد چھوٹا تھا اس لئے رفع الیدین نہ دیکھ سکے۔ یہ صحیح نہیں ہے جواب یہ ہے کہ علمی تحقیق میں آپ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ عذر پیش کرنے والا کون ہے؟ بہر حال کوئی بھی ہو اس نے غلطی کی ہے اس لئے کہ غلطی اور خطا سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے بلکہ ان سے بھول ہوگئی ہے۔ معقول بات ہے اور اس بات میں جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نہ تو ہتکِ عزت ہے اور نہ ہی توہین ہے۔ خود ابو البشر آدم علیہ السلام سے بھی بھول ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ولقد عهدنا الى ادم من قبل فنسى ولم نجد له عزما.(طه ع٦)

خود رسول اللہ ﷺ سے کتنی مرتبہ بھول ہوگئی تھی۔"**كما لا يخفى من طالع كتب الحديث**" حتیٰ کہ لیلۃ القدر کے متعلق بھی آپ بھول گئے تھے۔ (مشکوۃ:ص١٨٢)

تحقیقی پہلو!

یہ سب باتیں اس وقت ہوں گی جب وہ روایت صحیح تسلیم کی جائے۔ حقیقت میں یہ روایت صحیح اور ثابت ہی نہیں ہے۔ بذات خود امام عبداللہ بن المبارک جس کو آپ لوگ حنفی شمار کرتے ہیں جیسا کہ **الجواهر المصيئة في طبقات الحنفية** ١: ٢٨١ میں ان کا ترجمہ موجود ہے اور صفحہ ١:٢٨٢ میں ہے کہ:۔

قال ابو عمر لا اعلم احدا من الفقهاء سلم ان يقال فيه شيئ الا عبد الله بن المبارك الفوائد البهية في تراجم الحنفية ص ١٠٣.

اور **الفوائد البهية في تراجم الحنفية** ص ١٠٣ میں بھی ان کا ترجمہ موجود ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ "**وصاحب ابا حنيفة واخذ عنه علمه**" اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

ثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهرى عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبي ﷺ لم يرفع الافي اول مرة.

(سنن الترمذی ص ۲۵)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین کرنے کی روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت رفع الیدین نہ کرنے کی ہے وہ ثابت نہیں ہے۔ احناف کے ممبر و اور علمبردارو! جس عالم کو آپ حنفی کہتے ہیں اور جس کے ذکر سے آپ حنفیت کے معیار کو بلند کرتے ہیں اس کا فیصلہ قبول کرنا آپ کا فرض بنتا ہے اور ضروری ہے کہ اس فیصلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

دوسرے ناقدین کے اقوال

وقال ابن ابى حاتم عن ابيه "قال هذا حديث خطأ" وقال احمد بن حنبل: " وشيخه يحي بن آدم هو ضعيف نقله البخارى عنهما وتابعهما علي ذلک" وقال ابوداؤ: " ليس هو بصحيح " وقال الدارقطنى لم يثبت: " وقال ابن حبان في الصلوٰة" هذا احسن خبر روي لاهل الكوفة في نفي رفع اليدين في الصلوٰة عند الركوع وعند الرفع منه وهو في الحقيقة اضعف شيئ يعول عليه لان له عللا تبطله". (التلخيص الحبير ۱:۸۳) قال ابن القطان: " انما النكر فيه علي وكيع زيادة ثم لا يعود" وقالوا انه كان يقولها من قبل نفسه وتارة لم يقلها و تارة اتبعها الحديث كانها من كلام ابن مسعود...... وقد اعتني الامام محمد بن نصر المروزي بتضعيف هذه اللفظة" (نصب الراية للزيلعي الحنفي ۱:۳۹۵) وقال الحافظ ابن عبد البر في التمهيد نقلاً عن ابي داؤد :" ليس هو بصحيح علي هذا المعنى" وقال البزار فيه ايضاً :" انه لا يثبت ولا يحتج بمثله".

یعنی ائمہ حدیث ابو حاتم، ابن ابی حاتم، امام احمد بن حنبل، یحیٰی بن آدم، امام بخاری، ابوداؤد، دارقطنی،

ابن حبان، ابن القطان، محمد بن نصر المروزی، ابن عبدالبر، بزار یہ سب اس حدیث کو ضعیف، اور خطاء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے اس لئے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے کئی اسباب ہیں۔
تفصیل کیلئے:۔

التمهيد لما في المؤطا من المعاني والا سانيد لا بن عبد البر ' كتاب معرفة السنن والآثار للبيهقى ' نصب الرايه للزيلعى جزء رفع اليدين للبخارى ' زاد المعاد لا بن القيم ' واعلام الموقعين لا بن القيم ' فتح البارى لا بن حجر ' نيل الاوطار للشوكاني ' سبل السلام للامير اليماني ' تحفة الاحوذي للمبار كفوري ' شرح المهذب للنووي وغيرهم.

کا مطالعہ کریں۔

اور اس روایت کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ " عند الركوع والرفع منه " سے رفع الیدین نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ رکعۃ اولی کی طرح باقی رکعات کی ابتداء میں رفع الیدین نہ کی جائے۔ " جمعا بين الادلة كما قال النووى فى شرح المهذب " اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ افتتاح کے وقت دو مرتبہ یا اس سے زیادہ رفع الیدین نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ درجہ ولایت کے مدعی احناف بزرگوں کے مرجع شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الفتوحات المکیۃ ص ۴۳۷ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ:۔

وغاية المفهوم من حديث ابن مسعود والبراء بن عازب انه كان عليه السلام يرفع يديه عند الاحرام مرة واحدة لا يزيد عليها اي انه رفع مرة واحدة لم يصنع ذالک مرتين عند الاحرام ويحتمل ان يريدا بقولهما لا يزيد اي لا يرفعها مرة اخري في باقي الصلواة فما هو نص وقد ثبتالزياده برفعه عند الركوع والرفع منه وغيرلک والزيادة من العدل الثقة مقبولة فالاولي وفعهما في جميع المواطن

التي جاء ت الرواية بالرفع فيها.

اورقاعدہ بھی ہے کہ " **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**" نیز نص اور صریح روایت ظاہر و محتمل روایت پر مقدم ہوتی ہے۔ " **كما عند الاصوليين** " بلکہ خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع کے وقت رفع الیدین کرنے کے متعلق مرفوع روایت سنن دار قطنی ۱:۱۲۹ میں موجود ہے جس کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں رفع الیدین کرنے کے ابواب میں بیان کیا ہے۔

"**فحصل الاتفاق و بطل توهم الشقاق**".

جناب مولانا صاحب! اتنا تو بتائیں کہ صاحب الوسادۃ والنعلین کی اس روایت کو آپ مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

این گناہ است کہ در شہر شما نیز کنند

اصل روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

فصلى ولم يرفع يديه إلامرة واحدة مع تكبيرة الافتتاح. (مشکوۃ:۷۷)

اگر روایت صحیح مان لی جائے اور یہی مطلب متعین کیا جائے جو آپ کہتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ مکمل نماز میں کہیں بھی رفع الیدین نہیں ہے مگر آپ قنوت الوتر اور عیدین کی تکبیروں میں بھی تو رفع الیدین کرتے ہیں۔ ایمان سے کہیں یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

علی الاول: اس کو اپنی دلیل اس لئے بناتے ہیں؟

وعلی الثانی: آپ نے اس کے خلاف عمل کیوں کیا؟ یہاں آپ نے "**صاحب النعلين والوسادة**" کی مخالفت کیوں کی؟ ان جگہوں پر رفع الیدین دیکھنے میں کیوں نظر نہیں آئی؟ کیا آپ کے ہاں اس کی مخالفت کیلئے کوئی وزنی دلیل ہے؟ جس وزن کی ہمارے پاس رفع الیدین عندالرکوع والرفع منہ کے متعلق عام اصحاب رسول سے روایتیں موجود ہیں۔ یہاں آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر پھر کس کا سہارا لیا؟ استثناء کیلئے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے جو اس حکم کو رد کر سکے۔ پھر جس روایت کے آپ خود مخالف ہیں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف

آپ کا مذہب اور عمل ہے اس کو معرض میں پیش کر کے اہلحدیثوں کو مطعون کیسے کر سکتے ہیں؟

مولانا صاحب! آپ خاموش ہو کر فقہ کا سوچیں؟ حدیث شریف سے آپ کا ذہن کافی دور ہے اس لئے کہ **لکل فن رجال**.

افلاس	نصیب	اہل	تقلید
نواب	بود	گدائے	سنت

آپ نے یہ بھی عجیب منطق لکھی ہے کہ "عدم رویۃ" کی وجہ سے عدم علم لکھنا چاہئے تھا نہ کہ عدم الرفع۔ مولانا صاحب! عدم رویۃ یا عدم حفظ کی حالت میں اسی طرح ہی کہتے ہیں۔ نہ ہی یہ نسبت غلط اور نہ ہی جھوٹ ہے۔ نیز یہ بات اس پر مستلزم ہے اگر یہ روایت ثابت ہو۔ حالانکہ اوپر گزرا کہ یہ روایت صحیح وثابت نہیں ہے۔ "**فاذا بطل اللازم بطل الملزوم**" غرض کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح طرح ثابت روایت بھی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے موافق ہے۔ "**فبطل الاعتراض جملہ والحمد للہ علی ذلک**" آپ نے نواب صدیق حسن خان سے اس طرح بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی تعریف کی ہے۔

مولانا صاحب! پھر آپ اہلحدیثوں پر الزام کیوں لگاتے ہیں کہ یہ اماموں کی توہین کرتے ہیں؟ مہربانی کر کے ایسے الزاموں کو واپس لیں۔ آپ نے اہل توحید کے درمیان اختلاف نہ ہونے کا بھی ذکر کیا ہے مگر مولانا صاحب ہمیں مزید انکشاف کیلئے مجبور نہ کریں ورنہ جو آپ کے بزرگوں کی کتابوں میں توحید بھری ہوئی ہے جب وہ بھی صفحہ قرطاس پر آئی تو شاید آپ کو پشیمان ہونا پڑے۔

بقول شاعر ؎

وتسمع بالمعیدی خیر من أن تراہ

اس لئے فی الوقت ستر اور پردہ پوشی ہی اچھی ہے۔ خلاصۃ المرام یہ کہ جو آپ نے اہلحدیث پر

چند الزامات لگائے تھے سب غیر ثابت ہوئے اور آپ کا فقہ سے بھی پردہ چاک ہو گیا۔ آخر میں گزارش ہے کہ ٹھنڈے دل سے دونوں رسالوں پر غور کریں اور پھر فقہ پر نظر ثانی کریں تا کہ ایک حقیقت ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللهم اهدنى لما اختلف فيه من الحق باذنک انک تهدي من تشاء الي صراط مستقيم ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب.

آمین

وانا العبد ابو محمد بدیع الدین شاہ المحمدی سندھی



